## آیت:62

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ ﴾

ء م ن: البقرۃ آیت 3 دیکھیں۔

**ھ و د**

(ن) هَوْدًا (۱) توبہ کرنا۔ رجوع کرنا۔ حق کی طرف لوٹنا۔ (۲) یہودی ہونا۔ یہودی بننا۔ ﴿ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ﴾ (7/الاعراف:156) ''بے شک ہم نے رجوع کیا تیری طرف۔'' ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ ﴾ (62/جمعہ:6) ''اے لوگو جو یہودی ہوئے اگر تم کو زعم ہے کہ تم لوگ اللہ کے دوست ہو، دوسروں کے سوا، تو تم لوگ تمنا کرو موت کی۔''

اَلَّذِيْنَ هَادُوْا اس آیت مبارکہ میں اَلَّذِيْنَ هَادُوْا کی اصطلاح پہلی مرتبہ آئی ہے۔ مناسب ہے کہ اس کی وضاحت کر دی جائے۔ حضرت مولانا مودودیؒ سورۃ الجمعۃ کی آیت نمبر 6 ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا ﴾ کے تحت فرماتے ہیں: ''یہ نکتہ قابل توجہ ہے ''اے یہودیو'' نہیں کہا ہے بلکہ ''اے وہ لوگو جو یہودی بن گئے ہو'' یا ''جنہوں نے یہودیت اختیار کر لی ہے'' فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل دین جو موسیٰؑ اور ان سے پہلے اور بعد کے انبیاء لائے تھے وہ تو اسلام ہی تھا۔ ان انبیاء میں سے کوئی بھی یہودی نہ تھا، اور نہ ان کے زمانے میں یہودیت پیدا ہوئی تھی۔ یہ مذہب اِس نام کے ساتھ بہت بعد کی پیداوار ہے۔ یہ اُس خاندان کی طرف منسوب ہے جو حضرت یعقوبؑ کے چوتھے بیٹے یہوداہ کی نسل سے تھا۔ حضرت سلیمانؑ کے بعد جب سلطنت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی تو یہ خاندان اُس ریاست کا مالک ہوا جو یہودیہ کے نام سے موسوم ہوئی، اور بنی اسرائیل کے دوسرے قبیلوں نے اپنی الگ ریاست قائم کر لی جو سامریہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ پھر اسیریا نے نہ صرف یہ کہ سامریہ کو برباد کر دیا بلکہ اُن اسرائیلی قبیلوں کا بھی نام و نشان مٹا دیا جو اس ریاست کے بانی تھے۔ اس کے بعد صرف یہوداہ، اور اس کے ساتھ بن یامین کی نسل باقی رہ گئی جس پر یہوداہ کی نسل کے غلبے کی وجہ سے ''یہود'' ہی کے لفظ کا اطلاق ہونے لگا۔ اس نسل کے اندر کاہنوں اور ربیوں اور اَحبار نے اپنے اپنے خیالات و نظریات اور رُجحانات کے مطابق عقائد اور رسوم اور مذہبی ضوابط کا جو ڈھانچہ صدہا برس میں تیار کیا اس کا نام یہودیت ہے۔ یہ ڈھانچہ چوتھی صدی قبل مسیح سے بننا شروع ہوا اور پانچویں صدی عیسوی تک بنتا رہا۔ اللہ کے رسولوں کی لائی ہوئی ربانی ہدایت کا بہت تھوڑا ہی عنصر اس میں شامل ہے۔ اور اس کا حلیہ بھی اچھا خاصا بگڑ چکا ہے۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ان کو اَلَّذِيْنَ هَادُوْا کہہ کر خطاب کیا گیا ہے، یعنی ''اے وہ لوگو جو یہودی بن کر رہ گئے ہو۔'' ان میں سب کے سب اسرائیلی ہی نہ تھے، بلکہ وہ غیر اسرائیلی لوگ بھی تھے جنہوں نے یہودیت قبول کر لی تھی۔ قرآن میں جہاں بنی اسرائیل کو خطاب کیا گیا ہے وہاں ''اے بنی اسرائیل'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، اور جہاں مذہب یہود

کے پیروؤں کوخطاب کیا گیا ہے وہاں اَلَّذِیۡنَ ھَادُوۡا کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔'' (تفہیم القرآن، ج ۵،ص ۴۸۹) اور مولانا عبدالماجد دریابادیؒ فرماتے ہیں ''اَلَّذِیۡنَ ھَادُوۡا '' ''اور جولوگ یہودی ہوئے'' یعنی جو لوگ دین یہودیت کے پیرو ہیں۔ خواہ پہلے سے یہودی چلے آرہے ہوں یا پہلے مشرک تھے اب یہود کے عقیدے اور شعار اختیار کر لیے ہوں۔ اب تک ذکر بنی اسرائیل کے نام کے ایک خاندان کا چلا آرہا تھا۔ اب ذکر ان کے مسلک اور عقیدوں کا شروع ہوتا ہے اور پہلی بار لفظ اَلَّذِیۡنَ ھَادُوۡا آیا ہے۔ مذہب یہود ایک نسلی مذہب ہے۔ تبلیغی مذہب نہیں کسی غیر اسرائیلی کو باضابطہ یہودی بنانے کا طریقہ ان کے ہاں نہیں لیکن عرب میں متعدد قبیلے ایسے آباد تھے جو نہ پیدائشی یہودی تھے اور نہ نسلاً اسرائیلی۔ بلکہ عرب یا بنی اسمٰعیل تھے۔ لیکن یہود کی صحبت سے متاثر، اور ان کے علوم سے مرعوب ہو کر انہوں نے پہلے یہود کے طور طریقے اور پھر اُن کے عقیدے اختیار کر لیے اور رفتہ رفتہ اُن کا شمار بھی یہودی آبادی میں ہونے لگا۔'' (تفسیر ماجدی ص ۳۴ تلخیصاً)

**ھُوۡدٌ** یہ اسم الفاعل ھَائِدٌ کی جمع ہے یعنی توبہ کرنے والا۔ رجوع کرنے والا۔ قرآن مجید میں یہ اسم علم کے طور پر آیا ہے۔ (۱) بنی اسرائیل کا فرد۔ یہودی۔ ھَادَ کے معنی نرمی کے ساتھ آہستہ آہستہ رجوع کرنا بھی ہے اور یہودی ہونا بھی۔ تورات کو تلاوت کے وقت آہستہ آہستہ اور جھوم کر پڑھنے سے ان کا نام یہودی ہوا (مفردات) اور بعض لوگوں کے خیال کے مطابق ان کی نسبت حضرت یعقوبؑ کے بیٹے یہودا کی طرف ہے۔ اور بعض بزرگوں کے مطابق بچھڑے کی پرستش سے توبہ کرنے کی وجہ سے یہودی کہلائے۔ ﴿وَقَالُوۡا كُوۡنُوۡا هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰى تَهۡتَدُوۡا ؕ﴾ (2/البقرۃ:135) ''اور ان لوگوں نے کہا کہ تم لوگ ہو جاؤ یہودی یا عیسائی تو تم لوگ ہدایت پاؤ گے۔'' (۲) حضرت ھودؑ کا نام۔ ﴿كَذَّبَتۡ عَادُ اۨلۡمُرۡسَلِيۡنَ ۖۚ ۝۱۲۳ اِذۡ قَالَ لَهُمۡ اَخُوۡهُمۡ هُوۡدٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ۚ ۝۱۲۴﴾ (26/الشعراء:123-124) ''جھٹلایا قوم عاد نے بھیجے ہوؤں کو یعنی رسولوں کو۔ جب کہا ان سے ان کے بھائی ہودؑ نے کہ تم لوگ اللہ کی ناراضگی سے کیوں نہیں ڈرتے۔''

**یَهُوۡدِیٌّ** ج: یَهُوۡدُ۔ اسم نسبت ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی پیروی کرنے والا۔ مذہب یہود رکھنے والا۔ یہودی۔ ﴿مَا كَانَ اِبۡرٰهِيۡمُ يَهُوۡدِيًّا وَّلَا نَصۡرَانِيًّا﴾ (3/آل عمران:67) ''حضرت ابراہیمؑ نہ یہودی تھے نہ عیسائی۔'' ﴿وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ لَيۡسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَىۡءٍ ۖ﴾ (2/البقرۃ:113) ''اور یہودیوں نے کہا کہ عیسائی کسی چیز پر نہیں ہیں۔''

ن ص ر: البقرۃ آیت 48 دیکھیں۔

**ص ب ء**

(ف) **صَبَأَ** مذہب تبدیل کرنا۔ بے دین ہونا۔ جب کوئی شخص اسلام لاتا تھا تو کفار کہتے تھے قَدۡ صَبَأَ وہ دین سے پھر گیا۔

**صَابِئٌ** ج: صَابِئُوۡنَ۔ اسم الفاعل ہے۔ مذہب تبدیل کرنے والا۔ بے دین ہونے والا۔ صابی مذہب کا پیروکار۔ آیت زیرِ مطالعہ۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ فرماتے ہیں: ''صابی کے لفظی معنی ہیں جو کوئی بھی اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں آجائے یا اُس کی طرف مائل ہو جائے۔ اصطلاح میں صابیون (Sabians) کے نام کا ایک مذہبی فرقہ تھا جو عرب کے شمال و مشرق میں شام و عراق کی سرحد پر آباد تھا۔ یہ لوگ دین توحید اور عقیدۂ رسالت کے قائل تھے اور اس لیے اصلاً اہل کتاب تھے، اپنے کو ''نصارائے یحییٰ'' کہتے تھے۔ گویا حضرت یحییٰؑ کی اُمت تھے۔ حضرت عمرؓ جیسے مبصر و نکتہ رس خلیفۂ راشد اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ جیسے محقق صحابی نے صابیوں کا شمار اہل کتاب میں کیا ہے اور حضرت عمرؓ نے ان کا ذبیحہ بھی حلال مانا ہے۔ تابعین میں سے متعدد اکابر ان کے اہل کتاب یا موحد ہونے کے قائل ہوئے ہیں۔

اور ہمارے امام ابوحنیفہؒ جو خود بھی عراقی تھے اور اس لیے صابیوں سے براہِ راست واقفیت کا موقع رکھتے تھے، ان کا فتویٰ ہے کہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے اور ان کے ہاں کی عورتوں سے نکاح بھی جائز۔ (تفسیر ماجدی، ص ۱۳۴، تلخیصاً)۔

صاحبِ احسن البیان فرماتے ہیں: ''صَابِئِیْنَ، صَابِیءٌ کی جمع ہے۔ یہ لوگ وہ ہیں جو یقیناً ابتداءً کسی دینِ حق کے پیرو رہے ہوں گے اسی لیے قرآن میں یہودیت وعیسائیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا ہے لیکن بعد میں ان کے اندر فرشتہ پرستی اور ستارہ پرستی آ گئی، یا یہ کسی بھی دین کے پیرو نہ رہے۔ اسی لیے لامذہب لوگوں کو صابی کہا جانے لگا۔'' (احسن البیان، ص ۲۷)

| | | |
|---|---|---|
| مَنْ: البقرۃ آیت 8 دیکھیں۔ | ء ل ہ: آیت بسم اللہ دیکھیں۔ | یَوْمٌ: الفاتحہ آیت 3 دیکھیں۔ |
| ء خ ر: البقرۃ آیت 4 دیکھیں۔ | ع م ل: البقرۃ آیت 25 دیکھیں۔ | ص ل ح: البقرۃ آیت 11 دیکھیں۔ |

**ء ج ر**

(ن) اَجْرًا اور اُجْرَۃً: بدلہ دینا، خواہ وہ بدلہ دنیاوی ہو یا اُخروی۔ مزدوری دینا۔ کسی کی مزدوری کرنا۔ ﴿اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰٓی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ﴾ (28/القصص:27) ''بے شک میں ارادہ کرتا ہوں کہ میں نکاح کر دوں تجھ سے دو میں سے اپنی ایک بیٹی کا، اس پر کہ تو مزدوری کرے میری آٹھ برس۔''

اَجْرٌ: ج: اُجُوْرٌ۔ اسم ذات بھی ہے۔ کسی کام کا بدلہ۔ اجرت۔ مزدوری۔ یہ دنیا اور آخرت، دونوں جگہ کے بدلے کے لیے آتا ہے لیکن صرف اچھے بدلے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ برے بدلے کے لئے نہیں آتا۔ جبکہ لفظ جزاء اچھے اور برے، دونوں طرح کے بدلے کے لیے آتا ہے۔ ﴿وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ﴾ (16/النحل:41) ''اور یقیناً آخرت کا بدلہ سب سے بڑا ہے کاش وہ لوگ جانتے ہوتے۔'' ﴿اُولٰٓئِكَ سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ﴾ (4/النساء:152) ''یہ لوگ ہیں، وہ عنقریب دے گا ان کو ان کے بدلے۔'' قرآن مجید میں اُجُوْر کا لفظ کنایۃً عورتوں کے مہر کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ فرمایا: ﴿وَّ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (4/النساء:25) ''اور دو ان کے مہر موافق دستور کے۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)

(استفعال) اِسْتِئْجَارًا: کسی کو مزدوری پر رکھنا۔ ﴿اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ﴾ (28/القصص:26) ''یقیناً وہ بہتر ہے جس کو آپ نے مزدوری پر رکھا۔''

اِسْتَاْجِرْ: فعل امر ہے۔ تو مزدوری پر رکھ۔ ﴿قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ﴾ (28/القصص:26) ''کہا دو میں سے ایک نے اے میرے والد! آپ مزدوری پر رکھیں اس کو۔''

| | | |
|---|---|---|
| عِنْدَ: البقرۃ آیت 54 دیکھیں۔ | ر ب ب: الفاتحہ آیت 1 دیکھیں۔ | خ و ف: البقرۃ آیت 38 دیکھیں۔ |
| ح ز ن: البقرۃ آیت 38 دیکھیں۔ | | |

**ترکیب**

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے اَلصّٰبِئِیْنَ تک پورا جملہ اِنَّ کا اسم ہے۔ مَنْ اٰمَنَ سے عَمِلَ صَالِحًا تک جملہ شرطیہ ہے۔ فَلَهُمْ سے یَحْزَنُوْنَ تک جواب شرط ہے۔ یہ شرط اور جواب شرط مل کر اِنَّ کی خبر ہے۔

مَنْ اٰمَنَ کے بعد مِنْهُمْ محذوف ہے، اس کو حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے ترجمے میں واضح کیا ہے، فرماتے ہیں ''جو ایمان لایا (ان میں سے) اللہ پر......''۔ مَنْ اصلاً واحد لفظ ہے لیکن جمع کے معنی بھی دیتا ہے اور یہاں جمع کے معنی میں آیا ہے۔ اس لیے لفظی رعایت کے تحت اٰمَنَ واحد کا صیغہ آیا ہے پھر

معنوی رعایت کے تحت جواب شرط لَھُمۡ میں جمع کی ضمیر ھُمۡ آئی ہے۔ حضرت مفتی محمد شفیعؒ آیت کے آخری حصے فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ کے متعلق فرماتے ہیں: ''خوف کی نفی تو عام انداز میں کردی گئی، مگر حزن کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ لَا حُزۡنَ عَلَیۡھِمۡ، بلکہ بصیغۂ فعل لایا گیا، اور اُس کی ضمیر فاعل کو مقدم کر کے وَلَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ فرمایا گیا، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ کسی چیز یا مراد کے فوت ہونے کے غم سے آزاد ہونا صرف انہی اولیاء اللہ کا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایات کی مکمل پیروی کرنے والے ہیں، ان کے سوا کوئی انسان اس غم سے نہیں بچ سکتا۔'' (معارف القرآن، ج۱، ص ۲۰۲)

| وَالنَّصٰرٰی | ھَادُوۡا | وَالَّذِیۡنَ | اٰمَنُوۡا | اِنَّ الَّذِیۡنَ | ترجمہ |
|---|---|---|---|---|---|
| اور نصرانی ہوئے | یہودی ہوئے | اور وہ لوگ جو | ایمان لائے | بے شک جو لوگ | البقرۃ:62 |

| وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ | بِاللّٰہِ | مَنۡ اٰمَنَ | وَالصّٰبِئِیۡنَ |
|---|---|---|---|
| اور آخری دن پر | اللہ پر | جو ایمان لایا (ان میں سے) | اور صابئی ہوئے |

| وَلَا خَوۡفٌ | عِنۡدَ رَبِّھِمۡ ۚ | اَجۡرُھُمۡ | فَلَھُمۡ | وَعَمِلَ صَالِحًا |
|---|---|---|---|---|
| اور کچھ خوف نہیں ہے | ان کے رب کے پاس | ان کا اجر | تو ان کے لیے ہے | اور عمل کیے نیک |

| یَحۡزَنُوۡنَ | وَلَا ھُمۡ | عَلَیۡھِمۡ |
|---|---|---|
| غمگین ہوں گے | اور نہ ہی وہ لوگ | ان پر |

**نوٹ** اس آیت کے متعلق مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں: ''سلسلۂ عبارت کو پیشِ نظر رکھنے سے یہ بات خودبخود واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں ایمان اور اعمالِ صالحہ کی تفصیلات بیان کرنا مقصود نہیں ہے کہ کن کن باتوں کو آدمی مانے اور کیا کیا اعمال کرے تو خدا کے ہاں اجر کا مستحق ہو۔ یہ چیزیں اپنے اپنے موقع پر تفصیل کے ساتھ آئیں گی۔ یہاں تو یہودیوں کے اِس زعمِ باطل کی تردید مقصود ہے کہ وہ صرف یہودی گروہ کو نجات کا اجارہ دار سمجھتے تھے۔ وہ اس خیالِ خام میں مبتلا تھے کہ ان کے گروہ سے اللہ کا کوئی خاص رشتہ ہے جو دوسرے انسانوں سے نہیں ہے، لہٰذا جو ان کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے وہ خواہ اعمال اور عقائد کے لحاظ سے کیسا ہی ہو، بہرحال نجات اس کے لیے مقدر ہے اور باقی تمام انسان جو ان کے گروہ سے باہر ہیں وہ صرف جہنم کا ایندھن بننے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ اس غلط فہمی کو دُور کرنے کے لیے فرمایا جارہا ہے کہ اللہ کے ہاں اصل چیز تمہاری یہ گروہ بندیاں نہیں ہیں بلکہ وہاں جو کچھ اعتبار ہے، وہ ایمان اور عمل صالح کا ہے۔ جو انسان بھی یہ چیز لے کر حاضر ہوگا وہ اپنے رب سے اپنا اجر پائے گا۔ خدا کے ہاں فیصلہ آدمی کی صفات پر ہوگا نہ کہ تمہاری مردم شماری کے رجسٹروں پر۔'' (تفہیم القرآن، ج۱، ص ۸۲)

## آیت:63

﴿ وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَکُمۡ وَ رَفَعۡنَا فَوۡقَکُمُ الطُّوۡرَ ؕ خُذُوۡا مَاۤ اٰتَیۡنٰکُمۡ بِقُوَّۃٍ وَّ اذۡکُرُوۡا مَا فِیۡہِ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۶۳﴾ ﴾

اِذۡ: البقرۃ آیت 30 دیکھیں۔ ء خ ذ: البقرۃ آیت 48 دیکھیں۔ و ث ق: البقرۃ آیت 27 دیکھیں۔

**ر ف ع**

(ف) رَفۡعًا اٹھانا۔ بلند کرنا۔ یہ حسّی اور معنوی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً حسّی طور پر بلند کرنے کے لیے آیت زیر مطالعہ

میں فرمایا:﴿ وَ رَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ الطُّوۡرَ ﴾ ''اور بلند کیا ہم نے تمہارے اوپر طور کو۔'' یا فرمایا: ﴿ وَ اِذۡ يَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَيۡتِ وَ اِسۡمٰعِيۡلُ ﴾ (2/البقرۃ:127) ''اور یاد کرو جب اٹھا رہے تھے ابراہیمؑ بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسمٰعیلؑ بھی۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔اور معنوی طور پر بلند کرنے کے لیے فرمایا: ﴿ وَ رَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ﴾ (94/اَلَمۡ نَشۡرَحۡ :4) ''اور ہم نے بلند کیا آپؐ کے لیے آپؐ کے ذکر کو۔'' یا فرمایا: ﴿ وَ رَفَعَ بَعۡضَكُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ ﴾ (6/الانعام:165) ''اور بلند کیا ہے تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔آواز کے متعلق استعمال ہو تو مطلب ہوتا ہے آواز اونچی کرنا۔جیسے فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِيِّ ﴾ (49/الحجرات:2) ''اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی کریمؐ کی آواز سے۔''

**رَفِيۡعٌ** فَعِيۡلٌ کا وزن ہے اسم الفاعل کے معنی میں۔اٹھانے والا۔بلند کرنے والا۔﴿ رَفِيۡعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الۡعَرۡشِ ﴾ (40/مومن:15) ''درجات کا بلند کرنے والا،عرش والا۔''

**رَافِعٌ** مؤنث: رَافِعَةٌ۔اسم الفاعل ہے۔اٹھانے والا۔بلند کرنے والا۔﴿ اِذۡ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيۡسٰۤى اِنِّىۡ مُتَوَفِّيۡكَ وَ رَافِعُكَ اِلَىَّ ﴾ (3/آل عمران:55) ''جب کہا اللہ نے اے عیسیٰؑ! میں پورا پورا لینے والا ہوں آپؑ کو اور اٹھانے والا ہوں آپؑ کو اپنی طرف۔'' ﴿ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴾ (56/الواقعۃ:3) ''پست کرنے والی،بلند کرنے والی۔''

**مَرۡفُوۡعٌ** مؤنث: مَرۡفُوۡعَةٌ۔اسم المفعول ہے۔بلند کیا ہوا۔﴿ وَ السَّقۡفِ الۡمَرۡفُوۡعِ ﴾ (52/الطور:5) ''قسم ہے بلند کی ہوئی چھت یعنی آسمان کی۔'' ﴿ فِىۡ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ مَّرۡفُوۡعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴾ (80/عبس:13-14) ''عزت دیے ہوئے،بلند کیے ہوئے،پاک کیے ہوئے صحیفوں میں۔''

| |
|---|
| **فَوۡقَ**: البقرۃ آیت 20 دیکھیں۔ |

| | | |
|---|---|---|
| ط | و | ر |

(ن) **طَوۡرًا نًا، طَوۡرًا** قریب ہونا۔نزدیک ہونا۔عربی میں کہتے ہیں لَا اَطُوۡرُ بِهٖ میں اس کے قریب تک نہیں جاؤں گا۔

**طَوۡرٌ** ج: اَطۡوَارٌ۔بنیادی مفہوم ہے حد و اندازہ۔پھر مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً: حالت۔مرحلہ۔طرح طرح سے۔منزل۔ہیئت۔باری۔عربی میں کہا جاتا ہے عَدَا طَوۡرَهٗ۔وہ اپنی حد سے بڑھ گیا۔وَجَاوَزَ طَوۡرَهٗ اور وہ اپنے اندازے سے تجاوز کر گیا۔اَتَيۡتُهٗ طَوۡرًا بَعۡدَ طَوۡرٍ میں اس کے پاس بار بار آیا۔فَعَلَ كَذَا طَوۡرًا بَعۡدَ طَوۡرٍ اس نے یہ کام ایک بار کے بعد دوسری بار کیا۔عربی میں اَلنَّاسُ اَطۡوَارٌ کے معنی ہیں لوگ مختلف قسم اور حالات کے ہیں۔قرآنِ مجید میں فرمایا: ﴿ وَ قَدۡ خَلَقَكُمۡ اَطۡوَارًا ﴾ (71/نوح:14) ''اور اس نے بنایا تم کو طرح طرح سے۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ) ''حالانکہ اس نے تمہیں کئی مرحلوں سے گزار کر پیدا کیا ہے۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔اس آیت مبارکہ میں اطوار کے معنی طرح طرح کی شکل و صورت کے بھی ہو سکتے ہیں یا یہ کہ انسان ماں کے پیٹ میں جو طرح طرح کی حالتیں اور شکلیں بدلتا ہے یعنی نطفہ،علقہ،مضغہ وغیرہ اس کی طرف اشارہ ہو یا یہ کہ انسان پیدائش سے لے کر موت تک جو مختلف مراحل طے کرتا ہے اور جتنے ادوار سے گزرتا ہے،وہ مراد ہوں۔اگر یہ سب معانی بھی مراد لے لیے جائیں تب بھی کوئی حرج نہیں۔(واللہ اعلم)۔

**اَلطُّوْرُ** جزیرہ نمائے سیناء کے ایک مخصوص و متعین پہاڑ کا نام جیسے طورِ سینین (التین :2)اور طورِ سیناء یا طورِ سَیناء (المومنون:20) بھی کہتے ہیں۔عربی زبان میں طور کے معنی پہاڑ کے ہیں البتہ علمائے کرام نے وضاحت کی ہے کہ اُس پہاڑ کو طور کہتے ہیں جو سرسبز و شاداب ہو، خشک پہاڑ کو طور نہیں کہتے۔اب طور اس پہاڑ کو کہا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام فرمایا، جہاں انہیں نبوت سے سرفراز فرمایا، ید بیضاء اور عصا کے معجزات جہاں دیے گئے اور جہاں آپؑ کو الواح تورات عطا کی گئیں۔اسی پہاڑ کو حضرت جبرائیلؑ نے بنی اسرائیل کے سروں پر لا کھڑا کیا تھا۔قرآن مجید میں دو مقامات پر اسی پہاڑ کی قسم کھائی گئی ہے۔﴿وَ الطُّوْرِ ۙ﴾(52/الطور:1)''قسم ہے طور کی۔''﴿وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ ۙ﴾ (95/التین:2)''(اور قسم ہے) طورِ سینین کی۔''مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ فرماتے ہیں:''الطُّوْرَ۔ طور، مطلق پہاڑ کو بھی کہتے ہیں اور جزیرہ نمائے سینا کے ایک مخصوص و متعین پہاڑ کا بھی نام ہے۔جدید جغرافیہ نویس کہتے ہیں کہ طور کا اطلاق جزیرہ نمائے سینا کے متعدد پہاڑوں پر ہوتا ہے۔لیکن حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے سلسلہ میں جبل طور سے مراد جبل سینا ہوتا ہے۔لیکن خود جبل سینا کی کوئی ایک چوٹی نہیں، متعدد چوٹیاں ہیں۔انہیں میں سے کسی کا نام طور ہوگا۔''(تفسیر ماجدیؒ، ص ۳۶)

ء ت ی: البقرۃ آیت 23 دیکھیں۔

## ق و ی

(س) **قُوَّۃً** طاقت ور ہونا۔مضبوط ہونا۔کسی کام کی قدرت رکھنا۔کسی چیز کی قابلیت یا صلاحیت ہونا۔اگر یہ مادہ باب نَصَرَ سے استعمال ہو تو مطلب ہوتا ہے غالب آنا۔قَوَیْتُہٗ میں لڑائی میں اس پر غالب آیا۔اگر باب سَمِعَ سے استعمال ہو تو مطلب ہوتا ہے طاقتور ہونا۔سخت بھوکا ہونا۔مکان کا خالی ہونا، بارش کا رک جانا۔قَوِیَ وہ طاقتور ہو گیا یا سخت بھوکا ہو گیا، قَوِیَ الدَّارُ مکان خالی ہو گیا۔قَوِیَ الْمَطَرُ بارش رُک گئی۔البتہ قرآن مجید میں یہ لفظ طاقت ور ہونا اور کسی کام کی قدرت رکھنا کے معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔(واللہ اعلم)۔

**قُوَّۃٌ** ج: قُوًی۔اسم ذات بھی ہے۔طاقت۔زور۔اس کی ضد ضعف ہے۔قرآن مجید میں قوۃ کا لفظ کئی طرح کے معنوں میں استعمال ہوا ہے مثلاً، بدنی قوت کے لیے جیسے فرمایا:﴿وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ﴾(41/حٰمٓ السجدۃ:15)''اور (عاد) کہنے لگے ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے۔''اندرونی قلبی طاقت کے لیے جیسے فرمایا:﴿يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ﴾(19/مریم:12)''اے یحییٰؑ پکڑ لو اس کتاب کو مضبوطی سے۔''یعنی پورے عزم اور حوصلے سے کتاب الٰہی پر عمل کرو۔خارجی بیرونی طاقت کے لیے جیسے فرمایا:﴿قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً﴾(11/ھود:80)''حضرت لوطؑ نے کہا اے کاش! میرے پاس تمہارے مقابلے کی قوت ہوتی۔''چنانچہ بعض بزرگوں نے اس جگہ قوت سے فوجی یا مالی طاقت مراد لی ہے(مفردات)۔نیز فرمایا:﴿نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ﴾(27/النمل:33)''ہم طاقت والے ہیں۔''یعنی جسمانی طاقت کے علاوہ ہم کو فوجی، مالی ہر طرح کی طاقت حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت کے لیے جیسے فرمایا:﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝﴾(51/الذاریات:58)''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی (سب کو) روزی دینے والا، قوت والا (اور) زور والا ہے۔''(ترجمہ ضیاء القرآن)۔اس کی جمع قُوًی آتی ہے۔چنانچہ فرمایا:﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ﴾(53/النجم:5)''اس کو سکھلایا ہے سخت قوتوں والے نے۔''(ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

| | | |
|---|---|---|
| | قَوِيٌّ | فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ طاقتور۔ قدرت والا۔ ﴿ وَ اِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ﴾ (27/النمل:39) ''اور یقیناً میں اس کو (اٹھالانے کی) طاقت بھی رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں۔'' ﴿ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴾ (57/الحدید:25) ''بے شک اللہ تعالیٰ طاقت ور اور غالب ہے۔'' |
| (افعال) | اِقْوَاءً | محتاج ہونا۔ ضرورت مند ہونا۔ بنجر زمین پر قیام کرنا۔ پیر کرم شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ''قِوَاءٌ اس زمین کو کہتے ہیں جو بنجر اجاڑ ہو اور آبادی سے بہت دُور ہو۔ اِقْوَاءً کا معنی ہے ایسی بنجر اجاڑ زمین میں فروکش ہونا (یعنی قیام کرنا)۔ اسی لیے مسافر کو مُقْوِی کہتے ہیں، کیونکہ بسا اوقات سفر میں انہیں ایسے مقامات پر فروکش ہونا پڑتا ہے (یعنی قیام کرنا پڑتا ہے) جہاں پانی وغیرہ دستیاب نہیں ہوتا۔'' (ضیاء القرآن، ج۵ ص۹۹) |
| | مُقْوِی | ج: مُقْوُوْنَ - مُقْوِیْنَ۔ اسم الفاعل ہے۔ محتاج۔ ضرورت مند۔ مسافر۔ ﴿ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِیْنَ ﴾ (56/الواقعہ:73) ''ہم نے بنایا اس کو یاددہانی اور برتنے کا سامان ضرورت مندوں/مسافروں کے لیے۔'' صاحبؒ احسن البیان فرماتے ہیں: ''مُقْوِیْنَ، مُقْوِی کی جمع ہے، قِوَآءٌ یعنی خالی صحرا میں داخل ہونے والا، مراد مسافر ہے۔ یعنی مسافر صحراؤں اور جنگلوں میں ان درختوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ان سے روشنی، گرمی اور ایندھن حاصل کرتے ہیں۔ بعض نے مُقْوِیْنَ سے وہ فقراء مراد لیے ہیں جو بھوک کی وجہ سے خالی پیٹ ہوں۔ بعض نے اس کے معنی مُسْتَمْتِعِیْنَ (فائدہ اٹھانے والے) کیے ہیں۔ اس میں امیر، غریب، مقیم اور مسافر سب آجاتے ہیں اور سب ہی آگ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔'' (تفسیر احسن البیان، ص۱۵۲۸) |

## ترکیب

'وَ' حرف عطف ہے۔ اِذْ ظرف زمان ہے اور اس سے پہلے اُذْكُرُوْا محذوف ہے۔ اَخَذْنَا، ماضی میں جمع متکلم کا صیغہ ہے اور اِس کا فاعل اس میں شامل ضمیر نَحْنُ ہے۔ مِيْثَاقَكُمْ اس کا مفعول ہے۔ وَرَفَعْنَا میں 'وَ' عطف کا ہے اور رَفَعْنَا کا فاعل اس میں شامل نَحْنُ کی ضمیر ہے۔ اور الطُّوْرَ اس کا مفعول ہے۔ جبکہ فَوْقَكُمْ میں فَوْقَ ظرف مکان ہونے کی وجہ سے نصب میں ہے۔ خُذُوْا سے پہلے قُلْنَا لَهُمْ محذوف ہے۔ خُذُوْا فعل امر کا صیغہ ہے اور اس میں شامل ضمیر اَنْتُمْ اس کا فاعل ہے۔ اسم موصول 'مَا' اپنے صلے اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ کے ساتھ مل کر اس کا مفعول ہے۔ اٰتَيْنٰكُمْ میں اٰتَيْنَا فعل با فاعل اور كُمْ اس کا مفعول ہے۔ بِقُوَّةٍ متعلق فعل ہے۔ وَاذْكُرُوْا میں 'وَ' عطف کا ہے اور اُذْكُرُوْا فعل امر کا صیغہ ہے۔ مَا فِيْهِ اس کا مفعول ہے۔ فِيْهِ میں 'ہ' ضمیر مَآ اٰتَيْنٰكُمْ کے لیے ہے۔ آگے لَعَلَّ۔ حرف مشبہ بالفعل ہے۔ كُمْ اس کا اسم اور جملہ فعلیہ تَتَّقُوْنَ اس کی خبر ہے۔ (واللہ اعلم)۔

**ترجمہ البقرۃ:63**

| وَاِذْ اَخَذْنَا | مِيْثَاقَكُمْ | وَرَفَعْنَا | فَوْقَكُمُ | الطُّوْرَ |
|---|---|---|---|---|
| اور (یاد کرو) جب لیا ہم نے | پختہ وعدہ تم لوگوں سے | اور بلند کیا ہم نے | تمہارے اوپر | کوہِ طور کو |

| خُذُوْا | مَآ | اٰتَيْنٰكُمْ | بِقُوَّةٍ | وَّاذْكُرُوْا |
|---|---|---|---|---|
| کہ تم لوگ پکڑو | اس کو جو | ہم نے دیا تم کو | مضبوطی سے | اور تم یاد رکھو |

| مَا | فِيْهِ | لَعَلَّكُمْ | تَتَّقُوْنَ |
|---|---|---|---|
| اس کو جو | اس میں ہے | تاکہ تم | پرہیزگار بن جاؤ |

**نوٹ** ” کہتے ہیں کہ توریت نازل ہوئی تو بنی اسرائیل شرارت سے کہنے لگے کہ ”توریت کے حکم تو مشکل اور بھاری ہیں ہم سے نہیں ہو سکتے۔“ تب خدائے تعالیٰ نے ایک پہاڑ کو حکم کیا جو اُن سب کے سروں پر آن کر اُترنے لگا اور سامنے آگ پیدا ہوئی۔ گنجائش سرتابی اصلاً نہ رہی مجبوراً احکام توریت کو قبول کیا۔ باقی یہ شبہ کہ ”پہاڑ سروں پر معلق کر کے تسلیم کرانا توریت کا یہ تو صریح اجبار و اکراہ ہے جو آیۃ لا اکراہ فی الدین اور نیز قاعدۂ تکلیف کے بالکل خلاف ہے کیونکہ بنائے تکلیف تو اختیار پر ہے اور اکراہ مناقض اختیار ہے“ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکراہ در بارۂ قبول دین ہرگز نہیں ”دین تو بنی اسرائیل پہلے سے قبول کیے ہوئے تھے“ اور بار بار حضرت موسیٰؑ سے تقاضا کرتے تھے کہ ”کوئی کتاب متضمن احکام ہم کو لا کر دو کہ اس پر عمل کریں“ اور اس پر معاہدہ کر چکے تھے۔ جب توریت اُن کو دی گئی تو عہد شکنی پر کمر بستہ ہوئے تو اب پہاڑ کا معلق کرنا نقض عہد سے روکنے کے لیے تھا نہ کہ قبول دین کے لیے۔“ (تفسیر عثمانی ص ۱۳)

## آیت:64

﴿ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾

**و ل ی**

یہ مادہ باب (ح) و (ض) دونوں سے استعمال ہوتا ہے البتہ باب (ض) سے کم استعمال ہوتا ہے۔

(ح) (ض) (ا) وَلَایَۃً اور وِلَایَۃً کثیر المعنی الفاظ ہیں۔ کسی سے محبت ہونا۔ دوستی ہونا۔ کسی سے گہرا تعلق ہونا۔ واسطہ یا سروکار ہونا۔ کسی کی بگڑی بنانے والا ہونا یعنی کارساز ہونا۔ کسی کام کا متولی و منتظم ہونا۔ کسی کی مدد کرنا۔ حکومت، اختیار یا غلبہ ہونا۔ امام راغبؒ لکھتے ہیں: ”اَلْوِلَایَۃُ (بکسر الواؤ) کے معنی نصرت اور وَلَایَۃٌ (بفتح الواؤ) کے معنی کسی کام کا متولی ہونے کے ہیں۔“ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ لکھتے ہیں: ”وَلایۃ (بالفتح) کے معنی کارسازی و انصرام امور کے ہیں اور وِلایۃ (بالکسر) کے معنی مدد و نصرت کے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ دونوں کارسازی کے معنی میں مرادف ہیں۔ ابن جریرؒ نے لکھا ہے کہ بصرہ اور کوفہ و مدینہ کے بعض قاریوں کی زبان پر وَلایۃ (بالفتح) ہے، جس کے معنی دوستی، مدد کے ہیں۔ اور کوفہ کے عام قاریوں کی قراۃ وِلایۃ (بالکسر) ہے۔ جس کے معنی حکومت و غلبہ کے ہیں۔“ (تفسیر ماجدی، ص ۷۶۳) ان مصادر سے کوئی فعل قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا۔ (واللہ اعلم)۔

(ب) وَلْیًا فاصلے کے بغیر کسی کے پیچھے چلنا۔ متصل ہونا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ یہ لفظ کسی کے قریب ہونا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے، خواہ یہ قرب بلحاظ مکان ہو، نسب ہو، بلحاظ دین و اعتقاد ہو یا بلحاظ دوستی و نصرت ہو۔ عربی زبان میں وہ بارش جو موسم بہار کی پہلی بارش کے فوراً بعد برسے اسے وَلِیٌّ کہا جاتا ہے۔ پہلی بارش کو وَسمی کہتے ہیں۔ عربی میں کہتے ہیں دَارُہٗ وَلِیُّ دَارِیْ۔ اس کا گھر میرے گھر کے قریب ہے۔ اسی طرح وَلِیَ الشَّیْءُ الشَّیْءَ کا مطلب ہے ایک چیز دوسری چیز کے قریب ہوئی۔ قرآن مجید میں فرمایا: ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ ﴾ (9/التوبۃ:123) ”تم لوگ قتال کرو ان لوگوں سے جو نزدیک ہیں تمہارے، کافروں میں سے۔“ اور حدیث مبارک میں فرمایا: خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ”سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر ان کا جو اُن سے ملنے والے ہیں۔ پھر ان کا جو ان سے ملنے والے ہیں۔“

وَالٍ اسم الفاعل ہے۔ مددگار۔ حمایتی۔ ﴿ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴾ (13/الرعد:11) ”اور نہیں ہے ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی بھی مددگار۔“

وَلِیٌّ

ج: اَوْلِیَآءُ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت ہے اور متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً: مددگار۔ حمایتی۔ کارساز۔ دوست۔ وارث۔ ﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴾ (2/البقرہ:107) ''اور نہیں ہے تم لوگوں کے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ ہی کوئی مددگار'' ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ﴾ (5/المائدہ:51) ''اے لوگو! جو ایمان لائے، تم لوگ مت بناؤ یہود کو اور نصاریٰ کو دوست۔'' قرآن وسنت کی اصطلاح میں کسی مومن کو وَلِيُّ اللّٰهِ کہنا بھی جائز ہے، اللہ تعالیٰ کو وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ کہنا بھی جائز ہے اور مومن کو مومن کا ولی کہنا بھی جائز ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے متعلق فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (3/آل عمران:68) ''اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا حمایتی/ مددگار/ ولی ہے۔'' اور مومنین کے متعلق فرمایا: ﴿ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ (10/یونس:62) ''یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ) اور مومنین کے آپس کے تعلق کے متعلق فرمایا: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ﴾ (9/التوبۃ:71) ''مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار/معاون ہیں۔'' قرآن مجید میں یہ لفظ سرپرست یا وکیل کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے مثلاً: ﴿ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ﴾ (2/البقرۃ:282) ''تو لکھائے اس کا ولی (سرپرست) انصاف سے۔'' اس آیت کے تحت مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ فرماتے ہیں: ''ولی سے مراد ولی شرعی ہے یا وکیل یا مختار (یا پردیسی کے لیے) ترجمان۔'' پھر ولی کا لفظ قرآنِ مجید میں کم از کم تین مقامات پر ''وارث'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً: ﴿ فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴾ (19/مریم:5) ''سو تو ہی مجھے (خاص) اپنے پاس سے وارث دے۔'' سب بزرگوں کے نزدیک ولی یہاں صلبی اولاد اور وارث کے مفہوم میں ہے۔ اسی طرح بنی اسرائیل: 33 اور النمل: 49 میں بھی یہ وارث کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ (واللہ اعلم)۔ مولانا مودودیؒ سورۃ الشوریٰ کی آیت 6 ﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ﴾ کے تحت فرماتے ہیں: ''اصل میں یہ لفظ ''اولیاء'' استعمال ہوا ہے جس کا مفہوم عربی زبان میں بہت وسیع ہے۔ معبودانِ باطل کے متعلق گمراہ انسانوں کے مختلف عقائد اور بہت سے مختلف طرزِ عمل ہیں جن کو قرآن مجید میں ''اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا ولی بنانے'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کا تتبع کرنے سے لفظ ''ولی'' کے حسب ذیل مفہومات معلوم ہوتے ہیں:

(۱) جس کے کہنے پر آدمی چلے جس کی ہدایت پر عمل کرے اور جس کے مقرر کیے ہوئے طریقوں، رسموں اور قوانین و ضوابط کی پیروی کرے۔ (النساء، آیات ۱۱۸ تا ۱۲۰۔ الاعراف ۳، ۲۷ تا ۳۰)۔

(۲) جس کی رہنمائی (Guidance) پر آدمی اعتماد کرے اور یہ سمجھے کہ وہ اسے صحیح راستہ بتانے والا اور غلطی سے بچانے والا ہے۔ (البقرہ ۲۵۷۔ بنی اسرائیل ۹۷۔ الکھف ۱۷، ۵۰۔ الجاثیہ ۱۹)۔

(۳) جس کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ میں دنیا میں خواہ کچھ کرتا رہوں، وہ مجھے اُس کے بُرے نتائج سے اور اگر خدا ہے اور آخرت بھی ہونے والی ہے، تو اُس کے عذاب سے بچا لے گا۔ (النساء ۱۲۳۔ ۱۷۳۔ الانعام ۵۱۔ الرعد ۳۷۔ العنکبوت ۲۲۔ الاحزاب ۶۵۔ الزمر ۳)۔

(۴) جس کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ وہ دنیا میں فوق الفطری طریقے سے اس کی مدد کرتا ہے، آفات و مصائب سے اس کی حفاظت کرتا ہے، اسے روزگار دلواتا ہے، اولاد دیتا ہے، مرادیں بر لاتا ہے، اور دوسری ہر طرح کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ (ہود، ۲۰۔ الرعد، ۱۶، العنکبوت ۴۱)۔

بعض مقامات پر قرآن میں ولی کا لفظ ان میں سے کسی ایک معنی میں استعمال کیا گیا ہے، اور بعض مقامات پر جامعیت کے ساتھ اس کے سارے ہی مفہومات مراد ہیں۔(تفہیم القرآن، ۴، ص ۴۸۰)

**مَوْلٰی، مَوْلًی**

ج:مَوَالِیْ- ہر وہ شخص جو کسی دوسرے شخص کی مدد کسی قرابت یا تعلق کی وجہ سے کرے، اسے مَوْلٰی کہتے ہیں۔ خواہ وہ تعلق نسب کا ہو، دوستی کا ہو، ہم عقیدہ ہونے کا ہو یا آزاد کرنے کا۔ صاحبؒ لغات القرآن فرماتے ہیں کہ وَلِیٌّ اور مَوْلٰی دونوں ہم معنی الفاظ ہیں، ہر ایک کے معنی میں قرب واتصال کا مفہوم ہے اور امام راغبؒ فرماتے ہیں: ''اَلْوَلِیُّ اور اَلْمَوْلٰی، یہ دونوں کبھی اسم الفاعل یعنی مُوَالٍ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور کبھی اسم المفعول یعنی مُوَالًی کے معنی میں آتے ہیں۔'' اس تعریف سے معلوم ہوا کہ عربی زبان کا یہ لفظ بھی بہت سے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ لفظ بگڑی بنانے والا، کارساز، مالک، دوست، رشتے دار، چچا کا بیٹا، کلالہ، عصبات، عام وارث، آزاد کرنے والا آقا، آزاد شدہ غلام اور ہمسایہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور ہر وہ شخص جو کسی دوسرے کے معاملے کا والی ہو وہ بھی اس کا مَوْلٰی کہلاتا ہے۔ ﴿ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ ﴾ (3/آل عمران:150) ''بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ) ﴿ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا ﴾ (44/الدخان:41) ''اس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔'' (ترجمہ احسن البیان)۔ کسی مومن کو مولی اللہ کہنا درست نہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کو مومنین کا مَوْلَاهُمْ کہنا درست ہے بلکہ اس انداز میں کافروں کے لیے بھی مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ کے الفاظ قرآن مجید میں آئے ہیں۔ البتہ معنی میں فرق ہو جائے گا۔ مومنوں کے لیے معنی ہوں گے مددگار، حمایتی، دوست وغیرہ اور کافروں کے لیے معنی ہوں گے ''مالک''۔ چنانچہ مومنوں کے لیے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ (47/محمد:11) ''یہ (مسلمانوں کی کامیابی اور کافروں کی تباہی) اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ دوست، کارساز، مددگار ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے۔'' اور کافروں کے متعلق فرمایا: ﴿ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ﴾ (10/یونس:30) ''اور انہیں لوٹا دیا جائے گا اللہ تعالیٰ کی طرف جو ان کا مالک حقیقی ہے۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ سورہ محمد کی آیت 11 کے تحت فرماتے ہیں: ''لفظ مولیٰ بہت سے معانی کے لیے مستعمل ہوتا ہے ایک معنی کارساز کے ہیں جو اس جگہ (محمد:11) مراد ہیں اور ایک معنی مالک کے ہیں۔ قرآن میں دوسری جگہ کفار کے بارے میں آیا ہے: ﴿ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ﴾ (یونس:30) اس میں اللہ تعالیٰ کو کفار کے لیے بھی مولیٰ قرار دیا ہے کیونکہ مولیٰ کے معنی مالک کے ہیں اور مالکیت اللہ تعالیٰ کی عام ہے مومن کافر کوئی اُس سے خارج نہیں۔'' (معارف القرآن، ج ۸ ص ۳۱) ﴿ وَ اِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ ﴾ (19/مریم:5) ''مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے۔'' (ترجمہ احسن البیان) ﴿ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ ؕ ﴾ (33/الاحزاب:5) ''تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔'' (ترجمہ احسن البیان)۔

**اَوْلٰی**

تثنیہ: اَوْلَيَانِ- اَفْعَلُ التَّفْضِيل کا صیغہ ہے۔ زیادہ قریب۔ زیادہ حقدار۔ زیادہ خیر خواہ۔ زیادہ حمایتی۔ عام طور پر ان معنوں میں 'بِ' کا صلہ آتا ہے مثلاً: ﴿ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ ﴾ (3/آل عمران:68) ''بے شک لوگوں میں سے قریب تر لوگ حضرت ابراہیمؑ سے تو وہ ہیں جنہوں نے انؑ کی پیروی کی۔'' ﴿ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ ﴾ (8/الانفال:75) ''اور رشتے دار، ان میں سے بعض زیادہ حقدار ہیں بعض کے اللہ کے قانون میں۔'' ﴿ فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ ﴾ (4/النساء:135) ''پس اللہ زیادہ خیر خواہ ان دونوں کا۔''

جب اس کے ساتھ 'لام' صلہ آئے تو ڈانٹ اور دھمکی کا مفہوم ہوتا ہے اور مطلب ہوتا ہے خرابی اور برائی سے زیادہ قریب یا خرابی اور برائی کا زیادہ مستحق۔ چنانچہ فرمایا:﴿ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۙ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ؕ﴾(75/القیامہ:34-35)''خرابی تیری، خرابی پر خرابی تیری، پھر خرابی تیری، خرابی پر خرابی تیری۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)﴿ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۚ﴾ (47/محمد:20)''سو خرابی ہے اُن کی۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)

**وَلَایَۃٌ** بطور اسم ذات بھی استعمال ہوتا ہے۔قرابت۔ واسطہ۔ اختیار۔میراث۔ مدد۔کارسازی۔﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ﴾(8/الانفال:72)''اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم کو اُن کی رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک وہ گھر نہ چھوڑ آئیں۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ) ''اور جو لوگ ایمان تو لائے لیکن ہجرت نہیں کی تمہارا اُن سے کوئی تعلق میراث کا نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)﴿ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ﴾(18/الکہف:44)''یہاں سب اختیار ہے اللہ سچے کا۔'' (ترجمہ شیخ الہند)''یہاں سے ثابت ہو گیا کہ سارا اختیار اللہ سچے کے لیے ہے۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔

(تفعیل) **تَوْلِیَۃٌ** یہ لفظ بھی متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے:

(۱) کسی کو کسی کے قریب کرنا۔ ملا دینا۔﴿ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ؑ﴾ (6/الانعام:129)''اور اسی طرح ہم ساتھ ملا دیں گے گنہگاروں کو ایک کو دوسرے سے ان کے اعمال کے سبب۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔ یہ عموماً دو مفعول کا تقاضا کرتا ہے یعنی کس کو قریب کیا اور کس کے قریب کیا۔

(۲) کسی کو کسی کی طرف پھیر دینا۔ یہ بھی دو مفعول کا تقاضا کرتا ہے۔ یعنی کس کو پھیرا اور کس کی طرف پھیرا۔ اور دونوں مفعول بنفسہٖ آتے ہیں۔ مثلاً:﴿ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ ﴾(2/البقرہ:144)''تو ہم لازماً پھیر دیں گے آپؐ کو اس قبلہ کی طرف آپؐ راضی ہوں جس سے۔''﴿ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ﴾(3/آل عمران:111)''اور اگر وہ لوگ جنگ کریں گے تم سے تو وہ پھیر دیں گے تمہاری طرف پیٹھوں کو۔''

(۳) کسی کی طرف پیٹھ پھیرنا یا پیٹھ پھیر کر چل دینا یا بھاگ جانا۔﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا ﴾ (31/لقمان:7)''اور جب بھی پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اس کو ہماری آیات تو وہ پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے تکبر کرتے ہوئے۔'' کبھی اس کے ساتھ علٰی کا صلہ بھی آتا ہے۔﴿ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴾(17/بنی اسرائیل:46)''تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہیں نفرت کرتے ہوئے۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔﴿ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ﴾(27/النمل:10)''پھر جب انہوں نے اُسے دیکھا کہ وہ حرکت کر رہا ہے جیسے سانپ کرتا ہے تو وہ پیچھے پیٹھ پھیر کر بھاگے۔'' (ترجمہ ماجدیؒ)

(۴) کسی کی طرف پھرنا یا مڑنا۔ ان معنوں میں اِلٰی کا صلہ استعمال ہوتا ہے جیسے فرمایا:﴿ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ ﴾(9/التوبۃ:57)''اگر مل جائے انہیں کوئی پناہ گاہ یا کوئی غار یا گھس بیٹھنے کی جگہ تو (دیکھے گا) وہ منہ پھیر لیں گے اس طرف۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔﴿ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴾ (46/الاحقاف:29)''پھر جب تلاوت ہو چکی تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔

(۵) کسی کو کسی چیز سے پھیر دینا، ہٹا دینا۔ اِن معنوں میں عموماً عَنْ کا صلہ آتا ہے۔ جیسے فرمایا:﴿ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ﴾(2/البقرۃ:142)''کس چیز نے اِن (مسلمانوں) کو اُن کے (اس) قبلہ سے جس پر

وہ اب تک تھے ہٹا دیا۔‘‘ (ترجمہ ماجدیؒ)۔ ’’کس چیز نے پھیر دیا اِن مسلمانوں کو اپنے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے۔‘‘ (ترجمہ ضیاء القرآن)۔

(۶) مسلط کر دینا۔ بعض بزرگوں نے (الانعام:129) ﴿ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًاۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ میں نُوَلِّیْ کا ترجمہ ’’مسلط کر دیں گے‘‘ سے کیا ہے۔ چنانچہ مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ’’لفظ نُوَلِّیْ کے عربی لغت کے اعتبار سے دو ترجمے ہو سکتے ہیں، ایک ملا دینے اور قریب کر دینے کے اور دوسرے مسلط کر دینے کے، ائمہ تفسیر صحابہ و تابعین سے بھی دونوں طرح کی روایات میں اس کی تفسیر منقول ہے۔‘‘ اور مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں: ’’نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا میں نولی کے معنی ’’ہم مسلط کر دیں گے‘‘ کے بھی کیے گئے ہیں۔‘‘

**وَلِّ** ج: وَلُّوْا۔ فعل امر ہے۔ تو پھیر دے۔ ﴿ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ ﴾ (2/البقرہ:144) ’’تو آپؐ پھیر دیں اپنے چہرے کو مسجدِ حرام کی طرف اور جہاں کہیں ہو تم لوگ تو پھیر دو اپنے چہروں کو اس کی طرف۔‘‘

**مُوَلٍّ** اسم الفاعل ہے۔ پھیرنے والا۔ ﴿ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا ﴾ (2/البقرہ:148) ’’اور ہر کسی کے واسطے ایک جانب ہے یعنی قبلہ کہ وہ منہ کرتا ہے اس طرف۔‘‘ (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔

**(تفعّل) تَوَلٍّ** یہ لفظ بھی مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے:

(ا) اس کا تعدیہ جب بلاواسطہ ہو (یعنی جب اس کا مفعول بنفسہٖ آئے) تو اس سے تین معانی مراد لیے جاتے ہیں۔ (۱) کسی سے دوستی رکھنا جیسے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ ﴾ (5/المآئدہ:51) ’’اور جو کوئی تم میں سے اُن سے دوستی رکھے گا تو بے شک وہ انہی میں سے ہوگا۔‘‘ (۲) کسی کام کو اٹھانا۔ قرآنِ مجید میں اس مفہوم میں معنوی طور پر استعمال ہوا ہے مثلاً: ﴿ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ (24/النور:11) ’’اور جس نے اٹھایا ہے اس کا بڑا بوجھ، اس کے واسطے بڑا عذاب ہے۔‘‘ (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔ (۳) والی و حاکم ہونا۔ جیسے فرمایا: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ﴾ (47/محمد:22) ’’پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں۔‘‘ (ترجمہ شیخ الہندؒ)۔ اور اکثر مفسرین نے اس آیت میں تَوَلَّيْتُمْ کا ترجمہ ’’حکومت مل جانے‘‘ سے کیا ہے۔

(ب) جب یہ لفظ عَنْ کے صلے کے ساتھ متعدی ہوتا ہے، خواہ عَنْ لکھا ہوا ہو یا پوشیدہ ہو تو اس سے مراد ہوتا ہے پیٹھ پھیرنا، منہ موڑنا، بے رخی کرنا، توجہ نہ کرنا، نزدیکی چھوڑ دینا۔ ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴾ (3/آل عمران:63) ’’پھر اگر وہ پھر جائیں تو اللہ خوب جانتا ہے فساد کرنے والوں کو۔‘‘ ﴿ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ﴾ (88/الغاشیۃ:23) ’’مگر جس نے رُوگردانی کی اور کفر کیا۔‘‘ (ترجمہ ضیاء القرآن)۔ ﴿ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴾ (8/الانفال:20) ’’اور اس سے منہ مت پھیرو اس حال میں کہ تم سنتے ہو۔‘‘

**تَوَلَّ** فعل امر ہے۔ واحد مذکر حاضر۔ تو منہ پھیر۔ بغیر صلہ عَنْ کے استعمال کی صورت میں اس کا معنی ہوگا تو دوست بنا۔ لیکن اس معنی میں امر کا صیغہ قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا کیونکہ تَوَلَّ کا صیغہ پانچ مرتبہ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ عَنْ کے صلے کے ساتھ آیا ہے۔ (واللہ اعلم)۔ ﴿ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴾ (51/الذٰریٰت:54) ’’پس آپؐ منہ پھیر لیں ان سے تو آپؐ پر کوئی الزام نہیں ہے۔‘‘

بَعْدُ: البقرۃ آیت 27 دیکھیں۔

**لَوْلَا اور لَوْمَا** یہ لَوْ حرف شرط اور لَا اور مَا نافیہ سے مرکب ہیں۔ لفظاً کوئی تبدیلی نہیں کرتے۔ اِن کے بعد دو جملے آتے ہیں۔ پہلے کو شرط اور دوسرے کو جزاء کہتے ہیں۔ جزاء پر اکثر لام لگا دیا جاتا ہے (اور کبھی نہیں بھی لگایا جاتا)۔ اس صورت میں اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے ''اگر یہ نہ ہوتا تو''۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ﴾ (2/البقرۃ:251) ''اور اگر نہ ہوتا دفع کرا دینا اللہ کا ایک کو دوسرے سے تو خراب ہو جاتا ملک۔'' (ترجمہ شیخ الہندؒ) اور آیت زیر مطالعہ۔ نیز فرمایا: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ﴾ (24/النور:21) ''اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت تو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی پاک صاف نہ ہوتا۔'' اگر لَوْلَا ضمیر پر داخل ہو تو ضمیر مرفوع ہوتی ہے جیسے فرمایا: ﴿لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾﴾ (34/سبا:31) ''اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔''

یہ دونوں بطور حرف تحضیض بھی استعمال ہوتے ہیں یعنی وہ حروف جن سے کسی کو کسی فعل پر ابھارا جائے یا ترغیب دلائی جائے اور آمادہ کیا جائے۔ اس صورت میں یہ ہمیشہ فعل کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ فعل مضارع بھی ہو سکتا ہے اور ماضی بھی۔ اس صورت میں اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے ''کیوں نہیں ایسا کیا یا ایسا کرتے'' مثلاً: ﴿لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ﴾ (27/النمل:46) ''تم اللہ سے استغفار کیوں نہیں کرتے۔'' ﴿لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ﴾ (24/النور:13) ''وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔'' ﴿لَوْمَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ﴾ (15/الحجر:7) ''کیوں نہیں آپؐ لے آتے ہمارے پاس فرشتوں کو۔'' کبھی ایک جوابی جملہ بھی آتا ہے جس پر 'ف' داخل ہوتا ہے اور اگر مضارع ہو تو نصب پڑھا جاتا ہے۔ مثلاً: ﴿رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ﴾ (63/المنافقون:10) ''اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی دیر تک مہلت کیوں نہیں دی تاکہ میں صدقہ خیرات کر لیتا۔'' ﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ﴾ (10/یونس:98) ''پس کیوں ایسا نہ ہوا کہ کوئی بستی ایمان لاتی تو نفع دیتا اسے اس کا ایمان (کسی سے ایسا نہ ہوا) بجز قوم یونس کے۔'' (ترجمہ ضیاء القرآن)۔

ف ض ل: البقرۃ آیت 47 دیکھیں۔ ع ل ہ: آیت بسم اللہ دیکھیں۔ ر ح م: آیت بسم اللہ دیکھیں۔
ک و ن: البقرۃ آیت 10 دیکھیں۔ خ س ر: البقرۃ آیت 27 دیکھیں۔

**ترکیب** ثُمَّ، حرف عطف ہے۔ تَوَلَّيْتُمْ، ماضی میں جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے اور مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ اس سے متعلق ہے۔ فَلَوْلَا میں 'ف' استئنافیہ ہے۔ لَوْلَا، لَوْ شرطیہ اور لَا نافیہ کا مرکب ہے۔ فَضْلُ اللّٰهِ مبتدا ہے۔ اس کی خبر محذوف ہے۔ عَلَيْكُمْ متعلق خبر ہے۔ آگے 'وَ' عطف کا ہے اور رَحْمَتُهٗ، فَضْلُ اللّٰهِ پر عطف ہے۔ اگلا جملہ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ جواب شرط ہے۔ اسی لیے كُنْتُمْ پر لام لگا ہے۔ كُنْتُمْ کا اسم اس میں شامل ضمیر اَنْتُمْ ہے۔ خبر محذوف ہے اور مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ متعلق خبر ہے۔ (واللہ اعلم)۔

| ترجمہ | ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ | مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ | فَلَوْلَا | فَضْلُ اللّٰهِ | عَلَيْكُمْ |
|---|---|---|---|---|---|
| البقرۃ:64 | پھر منہ موڑ لیا تم نے | اس (پختہ وعدے) کے بعد (بھی) | تو اگر نہ ہوتا | اللہ کا فضل | تم پر |

| وَرَحْمَتُهٗ | لَكُنْتُمْ | مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾ |
|---|---|---|
| اور اس کی رحمت | تو تم لوگ ہو جاتے | نقصان اٹھانے والوں میں سے |

**نوٹ** ''مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ'' سے مراد ہے قول و اقرار کرنے کے بعد یا کتاب ہدایت اور احکام مل جانے کے بعد اور یہ جو فرمایا ''اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی...... الخ'' تو اس سے مراد ہے کہ انہیں اس نافرمانی کی فوری سزا نہیں دی گئی اور انہیں دوسری قوموں کی طرح تباہ و برباد نہیں کیا گیا بلکہ انہیں سنبھلنے کی اور اپنے آپ کو درست کرنے کی مزید مہلت دی گئی۔

229

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ البقرۃ (۲)

آیت نمبر (2/البقرہ:65)

﴿وَ لَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِیۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡکُمۡ فِی السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَہُمۡ کُوۡنُوۡا قِرَدَۃً خٰسِئِیۡنَ ﴿ۚ۶۵﴾﴾

**س ب ت**

(ض) سَبْتًا: کسی چیز کو قطع کرنا۔ کاٹ دینا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ پھر کاروبار ترک کرنے اور آرام کرنے کے معانی میں آتا ہے۔ ﴿وَ یَوۡمَ لَا یَسۡبِتُوۡنَ ۙ لَا تَاۡتِیۡہِمۡ ۚ﴾ (7/الاعراف:163) ''اور جس دن وہ لوگ کاروبار ترک نہیں کرتے تھے، وہ نہ آتی ان کے پاس۔''

سَبْتٌ: ہفتہ یعنی سنیچر (SATURDAY) کا دن۔ کیونکہ اس دن یہود کو کاروبار کرنا منع تھا۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

سُبَاتٌ: سکوت۔ آرام۔ ﴿وَّ جَعَلۡنَا نَوۡمَکُمۡ سُبَاتًا ۙ﴾ (78/النبا:9) ''اور ہم نے بنایا تمہاری نیند کو آرام۔''

**ق ر د**

(س) قَرْدًا: زمین سے چمٹ کر ساکت ہو جانا۔ دھوکا دینا۔

قِرْدٌ: ج قِرَدَۃٌ۔ بندر۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

**خ س ء**

(ف) خَسْأً: کمزور ہونا۔ تھکا ماندہ ہونا۔

(س) خَسْأً: دھتکارا جانا۔

خَاسِئٌ: اسم الفاعل ہے۔ صفت کے طور پر آتا ہے۔ دھتکارا جانے والا۔ تھکا ماندہ۔ آیت زیرِ مطالعہ اور ﴿یَنۡقَلِبۡ اِلَیۡکَ الۡبَصَرُ خَاسِئًا وَّ ہُوَ حَسِیۡرٌ ﴿۴﴾﴾ (67/الملک:4) ''تو لوٹے گی نگاہ تیری طرف تھکی ماندی اور وہ ناکام ہوگی۔''

اِخْسَأْ: فعل امر ہے۔ تو دور ہو جا۔ دفع ہو جا۔ ﴿قَالَ اخۡسَـُٔوۡا فِیۡہَا وَ لَا تُکَلِّمُوۡنِ ﴿۱۰۸﴾﴾ (23/المومنون:108) ''وہ کہے گا تم لوگ دفع ہو جاؤ اس میں اور کلام مت کرو مجھ سے۔''

**ترکیب**

عَلِمْتُمْ میں شامل اَنْتُمْ کی ضمیر اس کا فاعل ہے۔ اَلَّذِیْنَ اعْتَدَوْا یہ پورا جملہ عَلِمْتُمْ کا مفعول ہے۔ مِنْکُمْ اور فِی السَّبْتِ متعلق فعل ہیں۔ کُوْنُوْا میں شامل اَنْتُمْ کی ضمیر اس کا فاعل ہے، قِرَدَۃً مفعول ہے اور خَاسِئِیْنَ قِرَدَۃً کی صفت ہے۔

**ترجمہ**

| وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ | الَّذِیْنَ | اعْتَدَوْا | مِنْکُمْ |
|---|---|---|---|
| اور جان لیا ہے تم لوگوں نے | ان لوگوں کو جنہوں نے | حد سے تجاوز کیا | تم میں سے |

| فِي السَّبْتِ | فَقُلْنَا لَهُمْ | كُوْنُوْا | قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ؕ |
|---|---|---|---|
| ہفتے کے دن میں | تو ہم نے کہا ان سے | تم لوگ ہو جاؤ | دھتکارے جانے والے بندر |

نوٹ۔1

یہود کے لیے ہفتے کا دن عبادت اور آرم کے لیے مخصوص تھا۔ اس دن ہر قسم کا دنیاوی کام ممنوع تھا۔ بستی کے کچھ لوگ اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مچھلیاں پکڑتے تھے۔ کچھ لوگ مچھلی تو نہیں پکڑتے تھے لیکن منع بھی نہیں کرتے تھے۔ کچھ لوگ منع کرتے تھے۔ جب بندر بنانے کا عذاب آیا تو منع کرنے والے محفوظ رہے۔ باقی تمام لوگ بندر میں تبدیل ہو گئے اور چند دنوں میں مر گئے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم میں مسخ صورت کا عذاب نازل کرتے ہیں تو ان کی نسل نہیں چلتی۔ (معاف القران بحوالہ مسلم)

## آیت نمبر (66)

﴿فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۶۶﴾

ن ک ل

(ن) نَكَلَةً — عبرت ناک سزا دینا۔

نَكَالٌ — اسم ذات ہے۔ عبرتناک سزا۔ نشانِ عبرت۔ ﴿فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ﴾ (5/المآئدہ:38) ”تو تم لوگ کاٹو ان دونوں کے ہاتھ بدلہ ہوتے ہوئے بسبب اس کے جو دونوں نے کمایا، بطور نشانِ عبرت اللہ کی طرف سے۔“

نِكْلٌ — ج اَنْكَالٌ۔ لوہے کی بیڑی اور لگام۔ ﴿اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّ جَحِيْمًا ۝۱۲ۙ﴾ (73/المزمل:12) ”بے شک ہمارے پاس ہیں لوہے کی بیڑیاں اور لگام اور بھڑکتی آگ۔“

(تفعیل) تَنْكِيْلًا — بتدریج یعنی تسلسل سے عبرتناک سزا دینا۔ ﴿وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا ۝۸۴﴾ (4/النساء:84) ”اور اللہ سب سے سخت ہے تکلیف دینے میں اور سب سے سخت ہے عبرتناک سزا دینے میں۔“

و ع ظ

(ض) وَعْظًا — کسی بھلائی کا اس طرح ذکر کرنا کہ سننے والے کے دل میں نرمی پیدا ہو۔ وعظ کرنا۔ نصیحت کرنا۔ ﴿اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۣ﴾ (34/سبا:46) ”کچھ نہیں سوائے اس کے کہ میں نصیحت کرتا ہوں تم لوگوں کو ایک بات کی، کہ تم لوگ کھڑے ہو اللہ کے لیے دو دو اور اکیلے اکیلے پھر غور و فکر کرو۔“

عِظْ — فعل امر ہے۔ تو وعظ کر۔ نصیحت کر۔ ﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ﴾ (4/النساء:63) ”پس چشم پوشی کر ان سے اور نصیحت کر ان کو۔“

وَاعِظٌ — اسم الفاعل ہے۔ وعظ کرنے والا۔ ﴿سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ۝۱۳۶ۙ﴾ (26/الشعراء:136) ”برابر ہے ہم پر چاہے آپؐ وعظ کریں یا آپؐ نہ ہوں وعظ کرنے والوں میں سے۔“

مَوْعِظَةٌ — اسم ذات ہے۔ وعظ۔ نصیحت۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

| ی د ی |
|---|

229

(ض) | یَدَیًا | ہاتھ پر مارنا۔

یَدٌ | ج اَیْدٍ۔ اسم ذات ہے۔ ہاتھ ہتھیلی۔ ﴿حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ﴾ (9/التوبہ:29) ''یہاں تک کہ وہ لوگ دیں جزیہ ہاتھ سے۔'' ﴿اَلَھُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِھَآ اَمْ لَھُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِھَآ﴾ (7/الاعراف:195) ''کیا ان کے پیر ہیں، وہ لوگ چلتے ہیں جس سے یا ان کے ہاتھ ہیں وہ لوگ پکڑتے ہیں جس سے۔''

بَیْنَ یَدَیْنِ۔ اس کے لفظی معنی ہیں دونوں ہاتھ یا ہتھیلی کے درمیان۔ لیکن یہ عربی محاورہ ہے۔ اس کا مطلب ہے ''سامنے''۔ کیونکہ جو چیز ہاتھ یا ہتھیلی کے درمیان ہوتی ہے وہ سامنے بھی ہوتی ہے۔

| ترکیب |
|---|

فَجَعَلْنٰا کا مفعول اوّل ضمیر مفعولی ھَا ہے، اور اس کے مفعول ثانی دو آئے ہیں۔ پہلا مفعول ثانی نَکَالًا ہے اور اس کا متعلق فعل لِمَا بَیْنَ یَدَیْھَا وَمَا خَلْفَھَا ہے۔ جبکہ دوسرا مفعول ثانی مَوْعِظَۃً ہے اور لِلْمُتَّقِیْنَ اس کا متعلق فعل ہے۔ جَعَلْنٰھَا، یَدَیْھَا اور خَلْفَھَا میں ھَا کی ضمیریں گذشتہ آیت کے لفظ قِرَدَۃً کے لیے بھی ہوسکتی ہیں اور اس واقعہ یا بستی کے لیے بھی ہوسکتی ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی ان ضمائر کا مرجع مانا جائے، آیت کے مفہوم میں فرق واقع نہیں ہوتا۔

بَیْنَ یَدَیْھَا میں یَدَیْ دراصل یَدٍ کا تثنیہ یَدَیْنِ ہے جو بَیْنَ کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے حالتِ جرّ میں ہے۔ اور چونکہ یہ آگے ھَا کا مضاف بن رہا ہے اس لیے نون اعرابی گرا ہوا ہے۔

| ترجمہ |
|---|

| فَجَعَلْنٰھَا | نَکَالًا | لِّمَا | بَیْنَ یَدَیْھَا | وَمَا |
|---|---|---|---|---|
| تو ہم نے بنایا اس کو | نشانِ عبرت | اس کے لیے جو | اس کے سامنے ہے | اور جو |

| خَلْفَھَا | وَمَوْعِظَۃً | لِّلْمُتَّقِیْنَ |
|---|---|---|
| اس کے پیچھے ہے | اور نصیحت | اللہ کی ناراضگی سے بچنے والوں کے لیے |

## آیت نمبر (2/البقرہ:67)

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖٓ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا ھُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ ﴿۶۷﴾﴾

| ج ھ ل |
|---|

(س) | جَھْلًا | (۱) ذہن کا علم سے خالی ہونا۔ یعنی نہ جاننا۔ نادان ہونا۔ (۲) ذہن میں حقیقت کے خلاف نظریات اور عقائد کا ہونا یعنی غلط خیالات رکھنا۔ ﴿وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ یَجْھَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾﴾ (6/الانعام:111) ''اور لیکن ان کی اکثریت غلط عقائد رکھتی ہے۔''

| | |
|---|---|
| جَاهِلٌ | اسم فاعل ہے۔ نہ جاننے والا۔ غلط خیالات والا۔ ﴿يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ﴾ (2/ البقرہ:273) ''ناواقف ان لوگوں کو سمجھتا ہے غنی۔'' ﴿وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ (25/ الفرقان:63) ''اور جب کبھی ان سے خطاب کرتے ہیں غلط خیالات والے لوگ تو وہ کہتے ہیں سلام۔'' |
| جَهُوْلٌ | فَعُوْلٌ کے وزن پر اسم المبالغہ ہے۔ دل کھول کر غلط نظریات قائم کرنے والا۔ ﴿اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا﴾ (33/ الاحزاب:72) ''بے شک وہ یعنی انسان دل کھول کر چیزوں کو غلط جگہ رکھنے والا، غلط عقائد رکھنے والا ہے۔'' |
| جَهَالَةٌ | اسم ذات ہے۔ لاعلمی یا نادانی۔ غلط خیالات۔ ﴿اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (6/ الانعام:54) ''کہ جس نے عمل کیا تم میں سے کسی برائی کا نادانی کے سبب سے پھر اس نے توبہ کی اس کے بعد اور اصلاح کی تو یہ کہ وہ تو یعنی اللہ بے انتہا بخشنے والا، ہر حال میں رحم کرنے والا ہے۔'' ﴿اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ﴾ (49/ الحجرات:6) ''کہ کہیں تم لوگ جا پڑو کسی قوم پر غلط خیالات کے سبب سے۔'' |
| جَاهِلِيَّةٌ | اسم نسبت ہے۔ غلط سوچنے والی۔ ﴿يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ (3/ آل عمران:154) ''وہ لوگ گمان کرتے ہیں اللہ کے متعلق حق کے بغیر غلط سوچ والا گمان۔'' |

**ترکیب**

اِنَّ اللّٰهَ میں اَللّٰهَ، اِنَّ کا اسم ہے اور يَاْمُرُكُمْ جملہ فعلیہ اِنَّ کی خبر ہے۔ اَنْ تَذْبَحُوْا کا مفعول بَقَرَةً ہے۔ تَتَّخِذُ کا مفعول اوّل نَا کی ضمیر مفعولی ہے جبکہ هُزُوًا اس کا مفعول ثانی ہے۔

**ترجمہ**

| وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى | لِقَوْمِهٖٓ | اِنَّ اللّٰهَ | يَاْمُرُكُمْ |
|---|---|---|---|
| اور جب کہا موسیٰؑ نے | اپنی قوم سے | کہ اللہ | حکم دیتا ہے تم لوگوں کو |

| اَنْ تَذْبَحُوْا | بَقَرَةً | قَالُوْٓا | اَتَتَّخِذُنَا |
|---|---|---|---|
| کہ تم لوگ ذبح کرو | ایک گائے کو | ان لوگوں نے کہا | کیا آپؐ بناتے ہیں ہم کو |

| هُزُوًا | قَالَ | اَعُوْذُ بِاللّٰهِ | اَنْ اَكُوْنَ |
|---|---|---|---|
| مذاق کا نشانہ | انہوںؑ نے کہا | میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں | کہ میں ہوں |

| مِنَ الْجٰهِلِيْنَ |
|---|
| غلط خیالات والوں میں سے |

**نوٹ۔1**

بَقَرٌ کا لفظ اسم جنس ہے جو گائے اور بیل دونوں کے لیے آتا ہے۔ واحد گائے کے لیے بَقَرَةٌ اور واحد بیل کے لیے ثَوْرٌ آتا ہے۔

**نوٹ۔2**

بنو اسرائیل کا ایک شخص قتل ہو گیا تھا اور قاتل لا پتہ تھا۔ لوگوں نے موسیٰؑ سے کہا کہ آپؐ اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر

قاتل کا نام بتائیں۔ اس پر گائے ذبح کرنے کا حکم ملا تو حسبِ عادت انہوں نے اعتراض کرنا شروع کیا۔ ان کا پہلا اعتراض یہ تھا کہ ہم نے تو قاتل کا نام پوچھنے کے لیے کہا تھا، آپؑ گائے ذبح کرنے کو کہہ رہے ہیں۔ یہ کیا مذاق ہے؟ 229

نوٹ۔3 موسیٰؑ نے یہ کہنے کے بجائے کہ میں مذاق نہیں کر رہا ہوں، یہ کہا کہ میں جاہلوں میں سے نہیں ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مذاق کرنا غلط بات ہے البتہ اس سے یہ راہنمائی ملتی ہے کہ اہم اور سنجیدہ معاملات میں غیر سنجیدہ رویہ اختیار کرنا غلط ہے۔

## آیت نمبر (2/البقرہ:68)

﴿ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝68 ﴾

ب ی ن

(ض) بَیْنًا اور تِبْیَانًا: کسی چیز کا کسی سے جدا ہونا یا الگ ہونا تاکہ ان کے درمیان کی چیز ظاہر ہو جائے۔ جیسے کتاب کے اوراق ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں تو ان پر لکھی ہوئی تحریر واضح ہوتی ہے۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) جدا یا الگ ہونا۔ (۲) درمیان میں ہونا۔ (۳) ظاہر یا واضح ہونا۔ ثلاثی مجرد سے کوئی فعل قرآن مجید میں نہیں آیا۔

بَیِّنٌ: فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ ہمیشہ اور ہر حال میں واضح۔ روشن۔ زیادہ تر کسی دلیل یا سند کی صفت کے طور پر آتا ہے۔ اسی لیے اکثر موصوف یعنی دلیل یا سند کا لفظ محذوف کر کے صرف صفت استعمال کر لیتے ہیں۔ ﴿ لَوْ لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ۭ﴾ (18/الکہف:15) ”وہ لوگ کیوں نہیں لاتے ان پر یعنی جھوٹے معبودوں پر کوئی روشن دلیل۔“ ﴿ فَقَدْ جَاۗءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ (6/الانعام:157) ”تو آچکی ہے تم لوگوں کے پاس روشن دلیل تم لوگوں کے رب کی طرف سے۔“ ﴿ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ ﴾ (2/البقرہ:87) ”اور ہم نے دیا عیسیٰؑ ابن مریم کو روشن نشانیاں۔“

بَیْنَ: ظرف ہے۔ مضاف بن کر آتا ہے اسی لیے تنوین اور لام تعریف کے بغیر منصوب ہے۔ درمیان۔ بیچ۔ ﴿ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ﴾ (2/البقرہ:285) ”ہم فرق نہیں کرتے اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان۔“

بَیَانٌ: گفتگو۔ کلام۔ خطبہ جو مافی الضمیر کو واضح کرے۔ ﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ ﴾ (55/الرحمٰن:3۔4) ”اس نے پیدا کیا انسان کو، اس نے اس کو سکھایا مافی الضمیر کو واضح کرنا۔“

(افعال) اِبَانَةً: واضح کرنا۔ واضح ہونا (لازم و متعدی) ﴿ وَلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝52 ﴾ (43/الزخرف:52) ”اور لگتا نہیں کہ وہ واضح کرے یعنی واضح بات کرے۔“

مُبِیْنٌ: اسم الفاعل ہے جو صفت کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ واضح ہونے والا۔ واضح کھلا۔ ﴿ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝168 ﴾ (2/البقرہ:168) ”بے شک وہ یعنی شیطان تم لوگوں کے لیے کھلا دشمن ہے۔“

(تفعیل) تَبْیِیْنًا: کثرت سے یعنی خوب اچھی طرح واضح کرنا۔ ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝103 ﴾

(3/آل عمران:103)''اس طرح اللہ واضح کرتا ہے تمہارے لیے اپنی نشانیوں کو شائد کہ تم لوگ ہدایت پاؤ۔''

229

| | | |
|---|---|---|
| | مُبَيِّنَةٌ | اسم الفاعل ہے۔خوب واضح کرنے والی۔﴿ وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ﴾ (24/النور:34) ''اور ہم نے نازل کیا ہے تم لوگوں کی طرف خوب واضح کرنے والی نشانیاں۔'' |
| (تفعّل) | تَبَيُّنًا | (۱) بتکلف جدا ہونا۔الگ ہونا۔(۲) کسی چیز کا از خود واضح ہونا۔(۳) کسی چیز کے متعلق ذہن کا بتکلف واضح ہونا یعنی تحقیق کرنا۔چھان بین کرنا۔﴿ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ﴾ (2/البقرہ:256)''الگ ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے۔''﴿ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ﴾ (41/حٰمٓ السجدہ:53)''ہم دکھائیں گے ان کو اپنی نشانیاں، آفاق میں اور ان کے اپنے وجود میں یہاں تک کہ واضح ہو جائے ان کے لیے یہ یعنی قرآن حق ہے۔'' |
| | تَبَيَّنْ | فعل امر ہے۔تو واضح ہو۔تو تحقیق کر۔﴿ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا ﴾ (49/الحجرات:6)''اگر آئے تم لوگوں کے پاس کوئی فاسق کسی خبر کے ساتھ تو تم لوگ تحقیق کرو۔'' |
| (استفعال) | اِسْتِبَانَةً | (۱) وضاحت چاہنا۔(۲) واضح ہو جانا۔﴿ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ (6/الانعام:55)''اور اس طرح ہم تفصیل بیان کرتے ہیں نشانیوں کی اس حال میں کہ واضح ہو جائے مجرموں کا راستہ۔'' |
| | مُسْتَبِيْنٌ | اسم الفاعل ہے۔واضح ہو جانے والا۔﴿ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴾ (37/الصافات:117) ''اور ہم نے دیا ان دونوں کو واضح ہو جانے والی کتاب۔'' |

**ف ر ض**

| | | |
|---|---|---|
| (ک) | فُرُوْضًا | گائے بیل کا بوڑھا ہونا۔ |
| | فَارِضٌ | فَاعِلٌ کے وزن پر صفت ہے۔بوڑھا ہونے والا یعنی بوڑھا۔آیت زیر مطالعہ۔ |
| (ض) | فَرْضًا | کسی سخت چیز کو کاٹنا یا اس میں سوراخ کرنا۔اس بنیادی مفہوم کے ساتھ اس کا زیادہ استعمال یہ ہے کہ خود اپنے اوپر یا دوسرے پر کچھ واجب کرنا۔فرض کرنا۔﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ ﴾ (2/البقرہ:197)''حج معلوم مہینوں میں ہے، تو جس نے فرض کیا ان میں حج کو۔''﴿ سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا ﴾ (24/النور:1)''یہ ایک سورت ہے، ہم نے اتارا اس کو اور ہم نے فرض کیا اس کو۔'' |
| | مَفْرُوْضٌ | اسم المفعول ہے۔فرض کیا ہوا۔﴿ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴾ (4/النساء:7)''اور عورتوں کے لیے ایک حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑا والدین نے اور قرابت داروں نے، اس میں سے جو کم ہو یا زیادہ، فرض کیا ہوا ایک حصہ ہے۔'' |
| | فَرِيْضَةٌ | فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔جو فرض ہوا۔واجب۔﴿ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ﴾ (4/النساء:11)''یہ فرض ہے اللہ کی طرف سے۔'' |

**ب ک ر**

| | | |
|---|---|---|
| (ن) | بُكُوْرًا | صبح سویرے کچھ کرنا۔ |

بِکْرٌ — ج اَبْکَارٌ۔ ہر چیز کا ابتدائی حصہ۔ کنوارا یا کنواری (کیونکہ کنوارا پن جوانی کا ابتدائی حصہ ہوتا ہے)۔ آیت زیر مطالعہ اور ﴿ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴾ (56/الواقعہ: 36) ''تو ہم نے بنایا ان کو کنواریاں۔'' 229

بُکْرَةٌ — دن کا ابتدائی حصہ۔ صبح سویرے۔ ﴿ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ﴾ (19/مریم: 11) ''کہ تم لوگ تسبیح کرو صبح سویرے اور شام کو۔''

**ترکیب**

فعل امر اُدْعُ کا جواب امر ہونے کی وجہ سے یُبَیِّنْ مجزوم ہوا ہے۔ مَاھِیَ میں مَا مبتداء اور ھِیَ خبر ہے اور یہ جملہ یُبَیِّنْ کا مفعول ہے۔ اِنَّهٗ میں ہٗ کی ضمیر اِنَّ کا اسم ہے اور رب کے لیے آئی ہے جبکہ یَقُوْلُ جملہ فعلیہ اس کی خبر ہے۔ اِنَّهَا میں ھَا کی ضمیر اِنَّ کا اسم ہے اور بَقَرَةٌ اس کی خبر ہے لیکن یہ نکرہ مخصوصہ ہے کیونکہ آگے لَا فَارِضٌ۔ لَا بِکْرٌ اور عَوَانٌ اس کی تین صفتیں آئی ہیں۔

**ترجمہ**

| یُبَیِّنْ | رَبَّكَ | لَنَا | اُدْعُ | قَالُوْا |
|---|---|---|---|---|
| کہ وہ واضح کردے | اپنے رب کو | ہمارے لیے | آپؐ پکاریئے | ان لوگوں نے کہا |

| بَقَرَةٌ | اِنَّهَا | يَقُوْلُ | اِنَّهٗ | قَالَ | مَاهِیَ | لَنَا |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ایک ایسی گائے ہے جو | کہ وہ | کہتا ہے | کہ وہ | انہوںؑ نے کہا | وہ کیا ہے | ہمارے لیے |

| فَافْعَلُوْا | بَيْنَ ذٰلِكَ | عَوَانٌ | وَّلَا بِكْرٌ | لَّا فَارِضٌ |
|---|---|---|---|---|
| پس تم لوگ کرو | اس کے مابین | بیچ میں ہے | اور نہ کنواری ہے | نہ بوڑھی ہے |

| تُؤْمَرُوْنَ | مَا |
|---|---|
| تم کو حکم دیا جاتا ہے | وہ جو |

## آیت نمبر (2/البقرہ: 69)

﴿ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاۗءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴾

**ف ق ع**

(ف۔س) فَقْعًا — رنگ کا صاف اور خالص ہونا۔ چمکدار رہنا۔

فَاقِعٌ — فَاعِلٌ کا وزن ہے۔ صفت کے طور پر آتا ہے۔ چمکدار۔ شوخ۔ آیت زیر مطالعہ۔

**س ر ر**

(ن) سُرُوْرًا — کسی کو خوش کرنا۔ آیت زیر مطالعہ۔

مَسْرُوْرٌ — اسم المفعول ہے۔ صفت کے طور پر آتا ہے۔ خوش کیا ہوا۔ خوش و خرم۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴾ (84/الانشقاق: 13) ''بے شک وہ تھا اپنے گھر والوں میں خوش و خرم۔''

سَرَّاءُ — اَفْعَلُ الوان و عیوب میں فَعْلَاءُ کا وزن ہے۔ خوشی کا رنگ یا خوشی کی کیفیت۔ ﴿ الَّذِيْنَ

﴿ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ ﴾ (3/آل عمران:134)''جو لوگ انفاق کرتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں۔''
229

**سِرٌّ** — ج سَرَائِرُ۔ اسم ذات ہے۔ راز۔ بھید۔ (کبھی کوئی بات چھپا کر کسی کو خوش کرتے ہیں) ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ﴾ (9/التوبہ:78)''کیا وہ لوگ جانتے نہیں کہ اللہ جانتا ہے ان کے بھید کو اور ان کی سرگوشی کو۔'' ﴿ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ﴾ (86/الطارق:9)''جس روز جانچا جائے گا بھیدوں کو۔''

**سَرِيْرٌ** — ج سُرُرٌ۔ فَعِيْلٌ کا وزن ہے۔ اس کے لفظی معنی بنتے ہیں دائمی طور پر خوش کرنے والا۔ لیکن عام طور پر یہ تختِ شاہی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ﴿ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴾ (88/الغاشیہ:13) ''اس میں ہیں بلند کیے ہوئے تخت۔''

(افعال) **اِسْرَارًا** — (۱) راز کی بات بتانا۔ (۲) راز یا بھید کو چھپانا۔ (کبھی کسی کو راز بتا کر خوش کرتے ہیں اور کبھی چھپا کر)۔ ﴿ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ﴾ (66/التحریم:3)''اور جب نبیؐ نے راز کی ایک بات بتائی اپنی ازواجؓ میں سے کسی پر۔'' ﴿ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ ﴾ (12/یوسف:77)''تو چھپایا اس کو یوسفؑ نے اپنے جی میں۔'' ﴿ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ﴾ (10/یونس:54) ''اور وہ لوگ چھپائیں گے ندامت کو جب وہ دیکھیں گے عذاب کو۔''

**اَسِرَّ** — ج اَسِرُّوْا۔ فعل امر ہے۔ تو چھپا۔ ﴿ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ﴾ (67/الملک:13)''اور تم لوگ چھپاؤ اپنی بات کو یا نمایاں کرو اس کو۔''

## ترکیب

بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ مرکب توصیفی ہے۔ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا میں فَاقِعٌ خبر مقدم ہے اور لَوْنُهَا مبتداء مؤخر ہے۔ تَسُرُّ مضارع کا واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ اس میں شامل هِيَ کی ضمیر اس کا فاعل ہے جبکہ النّٰظِرِيْنَ مفعول ہے۔

تَسُرُّ میں هِيَ کی ضمیر بَقَرَةٌ کے لیے بھی ہوسکتی ہے اور لَوْنٌ کے لیے بھی، حالانکہ لَوْنٌ مذکر ہے۔ اس کی وجہ سمجھ لیں۔ جب کوئی مذکر لفظ کسی مؤنث لفظ کی طرف مضاف ہو، جیسے یہاں لَوْنُ (مذکر) هَا (مؤنث) کی طرف مضاف ہے، تو ایسے مذکر لفظ کے لیے مؤنث کا صیغہ لانا جائز ہے۔

## ترجمہ

| قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ | يُبَيِّنْ لَّنَا | مَا |
|---|---|---|
| انہوں نے کہا آپؑ پکاریئے ہمارے لیے اپنے رب کو | کہ وہ واضح کردے ہمارے لیے | کیا ہے |

| لَوْنُهَا | قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ | اِنَّهَا | بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ | فَاقِعٌ |
|---|---|---|---|---|
| اس کا رنگ | انہوںؑ نے کہا کہ وہ کہتا ہے | کہ وہ | ایک پیلی گائے ہے | شوخ ہے |

| لَّوْنُهَا | تَسُرُّ | النّٰظِرِيْنَ |
|---|---|---|
| اس کا رنگ | وہ خوش کرتا ہے | دیکھنے والوں کو |

**نوٹ۔1**

اس آیت کی لغت میں مادہ ''س ر ر'' کی باب افعال میں وضاحت کرتے ہوئے آیت نمبر (10/ یونس: 54[229]) میں لفظ اَسَرُّوْا آیا ہے اور آیت نمبر (67/ الملک: 13) میں اَسِرُّوْا آیا ہے۔ ان دونوں کے فرق کو نوٹ کر کے ذہن نشین کر لیں۔ اَسَرُّوْا جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں ان لوگوں نے چھپایا۔ جبکہ اَسِرُّوْا فعل امر میں جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے، اس کے معنی ہیں تم لوگ چھپاؤ۔

## آیت نمبر (2/ البقرہ: 70)

﴿قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ وَاِنَّآ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝﴾

**ترکیب**

اِنَّ کا اسم اَلْبَقَرَ ہے اس لیے منصوب ہے اور یہاں اَلْبَقَرَۃَ کے بجائے اَلْبَقَرَ یعنی اسم جنس آیا ہے۔ تَشَابَہَ عَلَیْنَا جملہ فعلیہ اس کی خبر ہے۔ اِنَّا میں شامل نَا کی ضمیر اِنَّ کا اسم ہے اور اسم الفاعل لَمُھْتَدُوْنَ اس کی خبر ہے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ جملہ فعلیہ شرط ہے اور اِنَّا لَمُھْتَدُوْنَ جملہ اسمیہ جواب شرط ہے۔

**ترجمہ**

| قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ | يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ |
|---|---|
| انہوں نے کہا آپؑ پکاریئے ہمارے لیے اپنے رب کو | کہ وہ واضح کر دے ہمارے لیے کہ وہ کیا ہے |

| اِنَّ الْبَقَرَ | تَشٰبَهَ | عَلَيْنَا ۭ | وَاِنَّآ | اِنْ شَاۗءَ | اللّٰهُ |
|---|---|---|---|---|---|
| بے شک تمام گائے بیل | باہم ملتے جلتے ہوئے | ہم پر | اور یقیناً ہم | اگر چاہا | اللہ نے |

| لَمُهْتَدُوْنَ |
|---|
| تو ہدایت پانے والے ہیں |

**نوٹ۔1**

گائے کے قصے میں اب تک جو آیات زیرِ مطالعہ آئی ہیں ان میں ایک دو باتیں نوٹ کرنے کے قابل ہیں۔ لیکن ان کو پوری طرح سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پس منظر ذہن میں واضح ہو۔ فرعونوں کے دور میں مصر میں گائے کی پرستش عام تھی۔ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ بنواسرائیل کے جو لوگ تھے ان کی اکثریت مصر میں پیدا ہوئی تھی اور اسی ماحول میں پروان چڑھی تھی۔ گو مصر میں انہوں نے گائے کی پرستش نہیں کی لیکن اس کی عظمت ان کے دلوں میں رچ بس گئی تھی اسی بات نے انہیں بچھڑے کی پرستش پر آمادہ کیا اور اسی وجہ سے وہ گائے ذبح کرنے میں پس و پیش کر رہے تھے۔

**نوٹ۔2**

اب پہلی بات یہ نوٹ کریں کہ آیات 67۔ 68 اور 69 میں حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلسل لفظ بَقَرَۃٌ (کوئی ایک گائے) استعمال کر رہے ہیں لیکن اس آیت میں بنواسرائیل نے اسم جنس اَلْبَقَرَ استعمال کیا ہے جس میں گائے اور بیل دونوں شامل ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ نوٹ کریں کہ ان کی بات میں واحد مذکر کا صیغہ تَشَابَہَ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ

ان کا اصل شبہ اور الجھن بیل کے متعلق تھی۔ اگر گائے کے متعلق ہوتی تو تَشَابَهَتْ آتا۔

ان لوگوں کا یہ اندازِ کلام اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ ان کی خواہش اور کوشش یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کا گائے[229] ذبح کرنے کے حکم کو بیل ذبح کرنے کے حکم میں تبدیل کر دے۔

**نوٹ۔3**

تیسری بات یہ ہے کہ انہوں نے موسیٰؑ سے ہر دفعہ یہ کہا کہ آپ ''اپنے رب'' کو پکاریئے۔ ہر جگہ رَبَّكَ کہا ہے کسی ایک جگہ بھی رَبَّنَا نہیں کہا کہ آپ ''ہمارے رب'' کو پکاریئے۔ یہ اندازِ کلام بھی بہت کچھ غمازی کر رہا ہے۔

## آیت نمبر (2/ البقرہ:71)

﴿قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ۭ قَالُوا الْــٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۭ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ؑ ٧١﴾

**ث و ر**

(ن) **ثَوْرًا**: غبار، دھواں یا بادل وغیرہ کا اوپر اٹھنا۔

(افعال) **اِثَارَةً**: اوپر اٹھانا۔ زمین جوتنا (کیونکہ اس میں زمین کی مٹی کو اوپر اٹھاتے ہیں)۔ ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا﴾ (30/ الروم:48) ''اللہ ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو تو وہ اوپر اٹھاتی ہے بادل کو۔'' ﴿كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ﴾ (30/ الروم:9) ''وہ لوگ زیادہ شدید تھے ان سے بلحاظ قوت کے اور انہوں نے جوتا زمین کو اور آباد کیا اس کو۔''

**ثَوْرٌ**: اسم ذات ہے۔ بیل (کیونکہ یہ زمین جوتتا ہے)۔ یہ لفظ قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا

**س ل م**

(س) **سَلَامًا اور سَلَامَةً**: (۱) آفت اور بلا سے محفوظ ہونا۔ سلامتی میں ہونا۔ (۲) عیب اور نقص سے پاک ہونا۔ صحیح وسالم۔

**سَالِمٌ**: فَاعِلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ صحیح وسالم ہونے والا۔ تندرست۔ ﴿وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝٤٣﴾ (68/ القلم:43) ''اور یقیناً وہ لوگ بلائے جاتے تھے سجدوں کی طرف اس حال میں کہ وہ لوگ تندرست تھے۔''

**سَلَمٌ**: صفت ہے۔ صحیح وسالم۔ مکمل۔ پورے کا پورا۔ ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَاۗءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ﴾ (39/ الزمر:29) ''اللہ مثال دیتا ہے ایک آدمی یعنی ایک غلام کی اس میں شریک ہیں کچھ مختلف مزاج لوگ یعنی کئی آقا اور ایک غلام کی جو پورا کا پورا ہے ایک آدمی یعنی ایک آقا کے لیے۔''

**سَلْمٌ**: اسم ذات ہے۔ صلح ﴿وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا﴾ (8/ الانفال:61) ''اور اگر وہ لوگ جھکیں صلح کے لیے تو آپؐ جھکیں اس کے لیے۔''

**سِلْمٌ**: اسم ذات ہے۔ سلامتی۔ اسلام۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠﴾ (2/ البقرہ:208) ''اے لوگو! جو ایمان لائے تم لوگ داخل ہو سلامتی میں یعنی اسلام میں پورے کے پورے۔''

229

**سُلَّمٌ** اسم ذات ہے۔ حفاظت کے لیے بلند جگہ پر چڑھنے کا ذریعہ۔ سیڑھی۔ ﴿ اَمۡ لَهُمۡ سُلَّمٌ يَّسۡتَمِعُوۡنَ فِيۡهِ ۚ ﴾ (52/ الطور: 38) ''یا ان کے پاس ہے کوئی سیڑھی، وہ لوگ کان لگاتے ہیں جس میں یعنی جس پر چڑھ کے۔''

**سَلَامٌ** اسم ذات ہے۔ سلامتی۔ سلامتی کی دعا۔ ﴿ لَهُمۡ دَارُ السَّلٰمِ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ﴾ (6/ الانعام: 127) ''ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے پاس۔'' ﴿ وَ تَحِيَّتُهُمۡ فِيۡهَا سَلٰمٌ ۚ ﴾ (10/ یونس: 10) ''اور ان کی دعا ہے اس میں سلامتی کی دعا۔''

(افعال)

**اِسۡلَامًا** کسی کی فرمانبرداری قبول کرنا۔ تابعداری کرنا (اس طرح انسان عافیت میں آجاتا ہے)۔ اصطلاحاً اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرنا یعنی اسلام لانا۔ ﴿ وَلٰكِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَ لَمَّا يَدۡخُلِ الۡاِيۡمَانُ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ ؕ ﴾ (49/ الحجرات: 14) ''اور لیکن تم لوگ کہو ہم نے فرمانبرداری قبول کی اور ابھی تک داخل نہیں ہوا ایمان تمہارے دلوں میں۔''

**اَسۡلِمۡ** فعل امر ہے۔ تو فرمانبرداری قبول کر۔ ﴿ فَاِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسۡلِمُوۡا ؕ ﴾ (22/ الحج: 34) ''پس تمہارا الٰہ واحد الٰہ ہے تو اس کی ہی تم لوگ فرمانبرداری کرو۔''

**مُسۡلِمٌ** اسم الفاعل ہے۔ فرمانبرداری قبول کرنے والا۔ تابعدار۔ مسلمان ﴿ اَنۡتَ وَلِىّٖ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِىۡ مُسۡلِمًا وَّ اَلۡحِقۡنِىۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۰۱﴾ ﴾ (12/ یوسف: 101) ''تو میرا مولا ہے دنیا اور آخرت میں، تو موت دے مجھ کو مسلمان ہوتے ہوئے اور تو ملا دے مجھ کو صالح لوگوں کے ساتھ۔''

**اِسۡلَامٌ** باب افعال کا مصدر ہے۔ اصطلاحاً دین اسلام یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کا ضابطۂ حیات۔ ﴿ وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ ﴾ (3/ آل عمران: 85) ''اور جو تلاش کرتا ہے اسلام کے علاوہ کو بطور دین کے تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اس سے۔''

(تفعیل)

**تَسۡلِيۡمًا** (۱) آفت سے بچانا۔ کسی کو کسی کے سپرد کرنا۔ (۲) صحیح وسالم یعنی پورا رکھنا۔ (۳) سلامتی کی دعا دینا۔ ﴿ وَ لَوۡ اَرٰٮكَهُمۡ كَثِيۡرًا لَّفَشِلۡتُمۡ وَلَتَنَازَعۡتُمۡ فِى الۡاَمۡرِ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ ﴾ (8/ الانفال: 43) ''اور اگر وہ تمہیں دکھاتا ان لوگوں کو زیادہ تو تم لوگ ہمت ہار دیتے اور تم لوگ جھگڑتے فیصلے میں لیکن اللہ نے بچایا۔'' ﴿ لَا تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتًا غَيۡرَ بُيُوۡتِكُمۡ حَتّٰى تَسۡتَاۡنِسُوۡا وَتُسَلِّمُوۡا عَلٰٓى اَهۡلِهَا ؕ ﴾ (24/ النور: 27) ''تم لوگ داخل مت ہو کسی کے گھروں میں اپنے گھروں کے علاوہ یہاں تک کہ اجازت مانگ لو اور سلامتی کی دعا دے لو اس میں رہنے والوں پر۔''

**سَلِّمۡ** فعل امر ہے۔ تو بچا۔ تو سلامتی کی دعا دے۔ ﴿ فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُيُوۡتًا فَسَلِّمُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ ﴾ (24/ النور: 61) ''جب بھی تم لوگ داخل ہو کچھ گھروں میں تو سلامتی کی دعا دو یعنی سلام کرو اپنوں پر۔''

**مُسَلَّمَةٌ** اسم المفعول ہے، بطور صفت آتا ہے۔ بچایا ہوا۔ سپرد کیا ہوا۔ ﴿ وَمَنۡ قَتَلَ مُؤۡمِنًا خَطَـئًا فَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهۡلِهٖۤ ﴾ (4/ النساء: 92) ''اور جس نے قتل کیا کسی مومن کو غلطی سے تو ایک مسلمان گردن یعنی مسلمان غلام کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا ہے حوالے کیا ہوا اس کے گھر والوں کے لیے۔''

229

و ش ی

(ض) وَشْيًا کسی چیز کو مصنوعی طور پر سجانا۔ نقش ونگار بنانا۔

شِيَةٌ اسم ذات ہے۔ داغ۔ نشان۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

ترکیب

اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ میں بَقَرَةٌ موصوف اور لَا ذَلُوْلٌ صفت ہے۔ یہ مرکب توصیفی اِنَّ کی خبر ہے۔ تُثِيْرُ فعل، اس کا فاعل اس میں شامل هِیَ کی ضمیر ہے جو بَقَرَةٌ کے لیے ہے جبکہ اَلْاَرْضَ اس کا مفعول ہے۔ یہ جملہ فعلیہ مرکب توصیفی بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ کا حال ہے۔ لَا تَسْقِى الْحَرْثَ جملہ فعلیہ خبر ہے اور اس کا مبتداء هِیَ محذوف ہے۔ مُسَلَّمَةٌ بھی خبر ہے اور اس کا بھی مبتداء هِیَ محذوف ہے۔ لَا شِيَةَ مبتداء ہے اس کی خبر مَوْجُوْدَةٌ محذوف ہے اور فِيْهَا متعلق خبر ہے۔ لَا شِيَةَ کے ساتھ لائے نفی جنس لگا ہوا ہے۔

ترجمہ

| لَّا ذَلُوْلٌ | بَقَرَةٌ | اِنَّهَا | يَقُوْلُ | اِنَّهٗ | قَالَ |
|---|---|---|---|---|---|
| جو سدھائی نہیں گئی | ایک گائے ہے | کہ وہ | کہتا ہے | کہ وہ | انہوںؑ نے کہا |

| مُسَلَّمَةٌ | الْحَرْثَ | وَلَا تَسْقِى | الْاَرْضَ | تُثِيْرُ |
|---|---|---|---|---|
| وہ بچائی گئی ہے (ہر مشقت سے) | کھیتی کو | اور وہ پانی نہیں پلاتی | زمین کو | کہ وہ جوتتی ہے |

| جِئْتَ بِالْحَقِّ | الْـٰٔنَ | قَالُوْا | فِيْهَا | لَّا شِيَةَ |
|---|---|---|---|---|
| تو لایا حق کو | اب | ان لوگوں نے کہا | اس میں | کسی قسم کا کوئی نشان نہیں |

| يَفْعَلُوْنَ | وَمَا كَادُوْا | فَذَبَحُوْهَا |
|---|---|---|
| وہ لوگ کریں گے | اور لگتا نہیں تھا کہ | تو ان لوگوں نے ذبح کیا اس کو |

نوٹ۔1

حضرت ابراہیمؑ سے نسبت کی بنیاد پر بنو اسرائیل کا دعویٰ ہے کہ وہ جنتی ہیں۔ جبکہ حضرت ابراہیمؑ کا حال یہ تھا کہ خواب میں اشارہ ملا تو وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے، بلکہ اپنے جانتے میں تو انہوں نے ذبح کر دیا تھا۔ ادھر ان کا حال یہ ہے کہ کلیم اللہؑ نے اللہ کا حکم واضح الفاظ میں سنایا تو اس پر عمل کرنے میں انہوں نے اتنا پس وپیش کیا۔

یہ ایک واقعہ درحقیقت ان کے عمومی طرزِ عمل کی نمائندگی کر رہا ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام پر بے چون و چرا عمل نہیں کرتے تھے اور ان کا یہی طرزِ عمل اُمت مسلمہ کے منصب سے ان کی معزولی کا بنیادی سبب بنا۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی کسی مقرب ہستی سے نسبت اس کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے سے ہے، نسلی تعلق سے نہیں ہے ورنہ حضرت نوحؑ کی آنکھوں کے سامنے ان کا بیٹا غرق نہ ہوتا۔

229

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

## سورۃ البقرۃ (۲)

## آیت نمبر (72)

﴿وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝٧٢ ۚ﴾

### ق ت ل

(ن) **قَتْلًا**: کسی کو قتل کرنا۔ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝١٥٧ ۙ﴾ (4/النساء:157) ''اور ان لوگوں نے یعنی یہودیوں نے یقیناً قتل نہیں کیا ان کو یعنی عیسیٰؑ کو۔''

**اُقْتُلْ**: فعل امر ہے۔ تو قتل کر۔ ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (9/التوبہ:5) ''پس جب نکل جائیں حرمت والے مہینے تو تم لوگ قتل کرو مشرکوں کو۔''

**قَتْلٌ**: اسم ذات ہے۔ قتل۔ ﴿وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ﴾ (2/البقرہ:191) ''اور فتنہ زیادہ شدید ہے قتل سے۔''

(تفعیل) **تَقْتِيْلًا**: تسلسل سے یعنی کثرت سے قتل کرنا۔ ﴿سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ﴾ (7/الاعراف:127) ''ہم قتل کرتے رہیں گے ان کے بیٹوں کو۔''

(مفاعلہ) **مُقَاتَلَةً اور قِتَالًا**: ایک دوسرے کو قتل کرنا۔ جنگ کرنا۔ اس فعل کی نسبت اگر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو بددعا کا مفہوم ہوتا ہے یعنی ہلاک کرے۔ ﴿لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ﴾ (57/الحدید:10) ''برابر نہیں ہے تم لوگوں میں سے وہ جس نے انفاق کیا فتح سے پہلے اور قتال کیا۔ وہ لوگ زیادہ عظیم ہیں بلحاظ درجے کے، ان لوگوں سے جنہوں نے انفاق کیا بعد میں اور قتال کیا۔'' ﴿قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝٣٠﴾ (9/التوبہ:30) ''ہلاک کرے ان کو اللہ، کہاں اوندھے جاتے ہیں۔''

**قَاتِلْ**: فعل امر ہے۔ تو جنگ کر۔ تو قتال کر۔ ﴿فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ﴾ (4/النساء:84) ''پس آپؐ قتال کیجئے اللہ کی راہ میں۔'' ﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (2/البقرہ:190) ''اور تم لوگ قتال کرو اللہ کی راہ میں۔''

(افتعال) **اِقْتِتَالًا**: اہتمام سے لڑنا۔ آپس میں لڑنا۔ ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟﴾ (2/البقرہ:253) ''اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ آپس میں نہ لڑتے۔''

### د ر ء

(ف) **دَرْءً**: دھکیلنا۔ ہٹانا۔ ﴿وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ﴾ (13/الرعد:22) ''اور وہ لوگ ہٹاتے ہیں بھلائی سے برائی کو۔''

**اِدْرَءْ**: فعل امر ہے۔ تو ہٹا۔ ﴿قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ﴾ (3/آل عمران:168) ''آپؐ کہئے تو تم لوگ ہٹالو اپنی جان سے موت کو۔''

(تفاعل) **اِدّٰرُءًا**: الزام کو ایک دوسرے پر ڈالنا۔ آیت زیر مطالعہ۔

229

**ترکیب**

قَتَلْتُمْ کا مفعول نَفْسًا ہے اور فِيْهَا میں هَا کی ضمیر نَفْسًا کے لیے ہے۔ اَللّٰهُ مبتداء، مُخْرِجٌ خبر اور مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ جملہ فعلیہ متعلق خبر ہے۔

**ترجمہ**

| وَاِذْ قَتَلْتُمْ | نَفْسًا | فَادّٰرَءْتُمْ |
|---|---|---|
| اور جب تم لوگوں نے قتل کیا | ایک جان کو | تو الزام ایک دوسرے پر ڈالا |

| فِيْهَا | وَاللّٰهُ | مُخْرِجٌ | مَّا | كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ |
|---|---|---|---|---|
| اس میں | اور اللہ | نکالنے والا تھا | وہ جو | تم لوگ چھپاتے تھے |

**نوٹ۔1**

ایک مرتبہ پھر یاد کر لیں، آیت نمبر (2/ البقرہ: 11۔12) کے نوٹ۔1 میں بتایا جا چکا ہے کہ جملہ اگر اِذْ سے شروع ہو تو اس کا ترجمہ ماضی میں کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ کا ترجمہ ''اللہ نکالنے والا ہے'' کے بجائے ''اللہ نکالنے والا تھا'' کیا گیا ہے۔

**نوٹ۔2**

او پر لغت میں آیت نمبر (9/ الروم: 30) کا ترجمہ ''قتل کیا ان کو اللہ نے'' کرنے کے بجائے ''قتل کرے ان کو اللہ'' کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سمجھنے کے لیے دعائیہ کلمات کے متعلق چند باتیں سمجھ لیں۔ دعا کے تین انداز ہیں۔ (۱) کبھی ہم اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے دعا کرتے ہیں جیسے یا اللہ! تو مجھے معاف کر۔ یا اللہ! تو اس کو معاف کر۔ (۲) کبھی ہم اس کو مخاطب کرتے ہیں جس کے لیے دعا کرتے ہیں۔ جیسے اللہ تجھ کو معاف کرے۔ (۳) کبھی ہمارا مخاطب کوئی نہیں ہوتا۔ ہم صرف اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔ جیسے اللہ اسے معاف کرے۔ اللہ ہم سب کو معاف کرے۔

اُردو میں قاعدہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں فعل امر حاضر استعمال ہوتا ہے، ''تو کر''۔ جبکہ دوسری اور تیسری صورت میں فعل امر غائب استعمال ہوتا ہے، ''وہ کرے''۔ عربی میں بھی پہلی صورت میں فعل امر حاضر ہی آتا ہے۔ جیسے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ۔ لیکن دوسری اور تیسری صورت میں فعل امر غائب کے بجائے فعل ماضی یا مضارع آتا ہے۔ جیسے غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ۔ غَفَرَ اللّٰهُ لَنَا۔ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وغیرہ۔

اب نوٹ کریں کہ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ کا اگر لفظی ترجمہ کریں کہ ''معاف کیا اللہ نے تجھ کو'' تو ایسی صورت میں دعا کا مفہوم نہیں رہتا۔ اس لیے اردو محاورے کے مطابق ترجمہ کرنا پڑتا ہے کہ ''معاف کرے اللہ تجھ کو''۔ اسی طرح يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کا ترجمہ ''رحم کرتا ہے یا رحم کرے گا تجھ پر اللہ'' کرنے کے بجائے ترجمہ ہوگا ''رحم کرے تجھ پر اللہ''۔ یہی وجہ ہے کہ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ کا ترجمہ ''ہلاک کیا ان کو اللہ نے'' درست نہیں ہوگا۔ بلکہ ''ہلاک کرے ان کو اللہ'' درست ہوگا۔

## آیت نمبر (2/ البقرہ: 73)

﴿فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۭ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝﴾

**ترکیب**

اِضْرِبُوْهُ میں هُ کی ضمیر واحد مذکر ہے اس لیے یہ مقتول کے لیے ہے۔ بِبَعْضِهَا میں هَا کی ضمیر واحد مؤنث ہے اس

لیے یہ گائے کے لیے ہے۔ یُحْیِ کا فاعل اَللّٰہُ اور اس کا مفعول اَلْمَوْتٰی ہے۔ یُرِیْ کا فاعل اس میں شامل ھُوَ کی ضمیر ہے جو اللہ کے لیے ہے۔ اس کا مفعول اوّل کُمْ ہے اور اٰیٰتِہٖ مفعول ثانی ہے۔ یہ دراصل اٰیَاتٍ (حالتِ نصب) تھا۔ مضاف ہونے کی وجہ سے تنوین ختم ہوئی اور ہٖ کی ضمیر مضاف الیہ ہے۔

ترجمہ

| فَقُلْنَا | اضْرِبُوْہُ | بِبَعْضِھَا | کَذٰلِکَ | یُحْیِ اللّٰہُ |
|---|---|---|---|---|
| تو ہم نے کہا | تم لوگ مارو اس کو | اس کے حصہ سے | اس طرح | زندہ کرتا ہے اللہ |

| الْمَوْتٰی | وَیُرِیْکُمْ | اٰیٰتِہٖ | لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ |
|---|---|---|---|
| مردہ کو | اور وہ دکھاتا ہے تم کو | اپنی نشانیاں | شائد تم لوگ عقل کرو |

نوٹ۔1

کَذٰلِکَ کا لفظ بتا رہا ہے کہ مردہ گائے کے گوشت کا ٹکڑا مارنے کے بعد جو کچھ ہوا وہ پورا واقعہ یہاں محذوف ہے اور اس میں مردہ کا دوبارہ زندہ ہونا لازماً شامل ہے۔

## آیت نمبر(2/البقرہ:74)

﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَھِیَ کَالْحِجَارَۃِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَۃً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَۃِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْہُ الْاَنْھٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْہُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَھْبِطُ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ ؕ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ ﴾

ق س و

(ن) قَسْوًا: ٹھوس ہونا۔ سخت ہونا۔ ﴿ فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُھُمْ ؕ ﴾ (57/الحدید:16) ''پس طویل ہوئی ان پر مدت تو سخت ہوئے ان کے دل۔''

قَاسٍ: مؤنث قَاسِیَۃٌ۔ اسم الفاعل ہے۔ سخت ہونے والا۔ ﴿ فِتْنَۃً لِّلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ وَّ الْقَاسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ ؕ ﴾ (22/الحج:53) ''آزمائش ان لوگوں کے لیے جن کے دلوں میں مرض ہے اور سخت ہونے والے ہیں جن کے دل۔''

قَسْوَۃٌ: اسم ذات ہے۔ سختی۔ آیت زیرِ مطالعہ۔

ش ق ق

(ن) شَقًّا اور مَشَقَّۃً: پھاڑنا۔ کام کا دشوار ہونا۔ ﴿ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ ﴾ (80/عبس:26) ''پھر ہم نے پھاڑا زمین کو جیسا پھاڑنے کا حق ہے۔''

اَشَقُّ: افعل التفضیل ہے۔ زیادہ دشوار۔ ﴿ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَشَقُّ ۚ ﴾ (13/الرعد:34) ''اور یقیناً آخرت کا عذاب سب سے زیادہ دشوار ہے۔''

شِقٌّ: اسم ذات ہے۔ دشواری۔ مشقت۔ ﴿ لَمْ تَکُوْنُوْا بٰلِغِیْہِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ ﴾ (16/النحل:7)

229
''تم لوگ نہیں ہو پہنچنے والے اس کو مگر جان کی مشقت سے۔''

شُقَّةٌ — اسم ذات ہے۔ مشکل سفر۔ ﴿وَلٰكِنۡ بَعُدَتۡ عَلَيۡهِمُ الشُّقَّةُ ؕ﴾ (9/التوبہ:42) ''اور لیکن دور ہوا یعنی طویل ہوا ان پر مشکل سفر۔''

(مفاعلہ) شِقَاقًا — ایک دوسرے کی مخالفت کرنا۔ (پھٹ کر الگ ہونے کی وجہ سے) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ ۚ﴾ (8/الانفال:13) ''یہ اس لیے کہ ان لوگوں نے مخالفت کی اللہ اور اس کے رسول کی۔''

(تفعّل) تَشَقُّقًا — پھٹ جانا۔ پھٹ پڑنا۔ ﴿وَ يَوۡمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ﴾ (25/الفرقان:25) ''اور جس دن آسمان پھٹ جائے گا۔''

(انفعال) اِنۡشِقَاقًا — پھٹ جانا۔ ﴿اِقۡتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ ①﴾ (54/القمر:1) ''قریب ہوئی قیامت اور پھٹ گیا چاند۔''

خ ش ی

(س) خَشۡيًا — مرعوب ہونا۔ ڈرنا۔ ﴿ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِىَ رَبَّهٗ ⑧ ع﴾ (98/البینۃ:8) ''یہ ہے اس کے لیے جو مرعوب ہوا اپنے رب سے۔''

اِخۡشَ — فعل امر ہے۔ تو مرعوب ہو۔ ﴿فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِىۡ ق﴾ (2/البقرہ:150) ''تو تم لوگ مت مرعوب ہو ان لوگوں سے اور مرعوب ہو مجھ سے۔''

خَشۡيَةٌ — اسم ذات ہے۔ رعب۔ دبدبہ۔ دہشت۔ ﴿يَخۡشَوۡنَ النَّاسَ كَخَشۡيَةِ اللّٰهِ﴾ (4/النساء:77) ''وہ لوگ مرعوب ہوتے ہیں لوگوں سے جیسے کہ اللہ کا رعب۔''

غ ف ل

(ن) غَفۡلًا — کسی حقیقت کو ذہن میں حاضر نہ رکھنا۔ چوکنا نہ ہونا۔ غافل ہونا۔ ﴿وَدَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡ تَغۡفُلُوۡنَ عَنۡ اَسۡلِحَتِكُمۡ﴾ (4/النساء:102) ''تمنا کی ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، کاش تم لوگ غفلت کرو اپنے ہتھیاروں سے۔''

غَافِلٌ — اسم الفاعل ہے۔ غفلت کرنے والا۔ ﴿وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ عَنۡ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوۡنَ ﴿۹۲﴾ ع﴾ (10/یونس:92) ''اور بے شک لوگوں میں سے اکثر ہماری نشانیوں سے غفلت برتنے والے ہیں۔''

غَفۡلَةٌ — اسم ذات ہے۔ غفلت۔ ﴿يٰوَيۡلَنَا قَدۡ كُنَّا فِىۡ غَفۡلَةٍ مِّنۡ هٰذَا﴾ (21/الانبیاء:97) ''ہائے ہماری بدبختی ہم تھے غفلت میں اس سے۔''

(افعال) اِغۡفَالًا — غافل کرنا۔ ﴿وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا﴾ (18/الکہف:28) ''اور تابعداری مت کر اس کی ہم نے غافل کیا جس کے دل کو اپنی یاد سے۔''

ترکیب

قَسَتۡ فعل، قُلُوۡبُكُمۡ فاعل اور مِنۡ بَعۡدِ ذٰلِكَ متعلق فعل ہے۔ هِىَ کی ضمیر قُلُوۡبٌ کے لیے ہے اور جملہ میں هِىَ مبتداء ہے۔ اس کی خبر قَسۡوَةٌ محذوف ہے، جبکہ كَالۡحِجَارَةِ متعلق خبر تھا جواب قائم مقام خبر ہے۔ اَوۡ کے بعد هِىَ مبتداء محذوف ہے۔ اَشَدُّ اس کی خبر ہے، جس کی تمیز قَسۡوَةً ہے، اس لیے منصوب ہے۔ لَمَا میں مَا موصولہ پر لام تاکید لگا ہوا ہے اور اِنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ مِنَ الۡحِجَارَةِ قائم مقام خبر مقدم ہے جبکہ

يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ جملہ فعلیہ مَا موصولہ کا صلہ ہے۔ اس میں يَتَفَجَّرُ فعل، اَلْاَنْهٰرُ فاعل اور مِنْهُ متعلق فعل ہے۔229

ترجمہ

| ثُمَّ قَسَتْ | قُلُوْبُكُمْ | مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ | فَهِيَ |
|---|---|---|---|
| پھر سخت ہوئے | تمہارے دل | اس کے بعد سے | پس یہ |

| كَالْحِجَارَةِ | اَوْ اَشَدُّ | قَسْوَةً ۭ | وَاِنَّ | مِنَ الْحِجَارَةِ |
|---|---|---|---|---|
| پتھروں کی مانند ہیں | یا زیادہ ہیں | سختی میں | اور یقیناً | پتھروں میں سے ہیں |

| لَمَا | يَتَفَجَّرُ | مِنْهُ | الْاَنْهٰرُ ۭ | وَاِنَّ | مِنْهَا | لَمَا |
|---|---|---|---|---|---|---|
| وہ جو | پھوٹ بہتی ہیں | جن سے | نہریں | اور یقیناً | ان میں ہیں | وہ جو |

| يَشَّقَّقُ | فَيَخْرُجُ | مِنْهُ | الْمَاۗءُ ۭ | وَاِنَّ مِنْهَا | لَمَا |
|---|---|---|---|---|---|
| چیخ اٹھتے ہیں | تو رستا ہے | ان سے | پانی | اور یقیناً ان میں ہیں | وہ جو |

| يَهْبِطُ | مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ | وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ | عَمَّا | تَعْمَلُوْنَ |
|---|---|---|---|---|
| گر پڑتے ہیں | اللہ کے رعب سے | اور اللہ غافل نہیں ہے | اس سے جو | تم لوگ کرتے ہو |

نوٹ۔1

ثُمَّ اور آگے مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کا اثر ہوا تھا لیکن کچھ عرصہ بعد پھر لوگوں کے دل سخت ہوتے چلے گئے۔ دل سخت ہونے کا مطلب ہے کہ اس میں موجود خواہشات کا اس سے نکلنا مشکل ہو اور کسی نئے جذبہ یا اُمنگ کا اس میں داخل ہونا مشکل ہو۔ یہ امکان اگر حتمی طور پر ختم ہو جائے تو اس کو دل پر مہر لگنا کہتے ہیں۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ دل کا سخت ہونا اس پر مہر لگنے سے پہلے کا مرحلہ ہے۔

نوٹ۔2

اس مقام پر پہلی بات یہ سمجھ لیں کہ پتھر گرنے کے متعدد اسباب ہوتے ہیں۔ یہاں پر ان تمام اسباب کا نہیں بلکہ صرف ایک سبب کا ذکر ہے۔ دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ خوف محسوس کرنے کے لیے جو اصل صلاحیت درکار ہے وہ عقل نہیں بلکہ حس ہے۔ عقل سے حس کو مدد ملتی ہے لیکن عقل کا ہونا شرط نہیں ہے۔ ایک انسان جب اندھا ہوتا ہے تو اس کی حس تیز ہو جاتی ہے۔ سانپ کی آنکھ نہیں ہوتی لیکن وہ حس سے اپنا کام چلا لیتا ہے۔ تمام جانور حالانکہ غیر عاقل مخلوق ہیں لیکن حس ہونے کی وجہ سے وہ بھی خوف محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح سے نباتات و جمادات میں حس کی موجودگی اب سائنس سے ثابت ہے۔ اس لیے ان کے خوف محسوس کرنے پر کلام کرنا، کم علمی کا مظاہرہ ہے۔

نوٹ۔3

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ایسی باتوں کا ذکر ہے جن کو پورے طور پر سمجھنا پرانے زمانے میں ممکن نہیں تھا۔ اس کی سب سے پہلی مثال سورۃ الفاتحہ میں، رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں عَالَمٌ کے لیے جمع کے صیغے کا استعمال ہے۔ اس کے بعد

وقفہ وقفہ سے پورے قرآن مجید میں اس نوعیت کی باتیں ہیں۔ پتھروں کا خوف محسوس کرنا بھی ان میں سے ایک ہے۔229

پرانے زمانے میں جن لوگوں نے اپنے رب کی طرف سے حق تسلیم کیا، تو اپنی قوتِ ایمانی کے بل بوتے پر کیا۔ جیسے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ رب ہے اس عالم کا بھی جسے ہم جانتے ہیں اور ان تمام عالموں کا بھی جنہیں ہم نہیں جانتے۔ اور جنھوں نے اعتراضات کئے، تو عقل پر غیر ضروری اعتماد اور لاعلمی کی بنا پر کئے اور اب بھی کرتے ہیں۔ لیکن جیسے جیسے سائنس آگے بڑھ رہی ہے ایک ایک کر کے اعتراضات دور ہو رہے ہیں اور قرآن کی بات درست ثابت ہو رہی ہے۔ یہ صورتحال ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

## آیت نمبر (2/البقرہ: 75)

﴿ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾

| ط | م | ع |
|---|---|---|

(س) طَمَعًا: خواہش کے ساتھ کسی چیز کی اُمید رکھنا۔ لالچ کرنا۔ آرزو کرنا۔ ﴿ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ (5/المآئدہ: 84) ''اور ہم آرزو کرتے ہیں کہ ہم کو داخل کرے ہمارا رب صالح لوگوں کے ساتھ۔''

طَمَعٌ: اسم ذات ہے۔ لالچ۔ آرزو۔ ﴿ وَّادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ﴾ (7/الاعراف: 56) ''اور تم لوگ پکارو اس کو خوف کرتے ہوئے اور آرزو کرتے ہوئے۔''

| ح | ر | ف |
|---|---|---|

(ض) حَرْفًا: کسی چیز کے کنارے پر ہونا۔ جھکا ہوا ہونا۔

حَرْفٌ: اسم ذات ہے۔ کنارہ۔ دھار۔ سرا۔ ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ﴾ (22/الحج: 11) ''اور لوگوں میں وہ بھی ہے جو بندگی کرتا ہے اللہ کی ایک کنارہ پر۔''

(تفعیل) تَحْرِيْفًا: کسی چیز کو کنارے پر کرنا۔ جھکا دینا۔ ﴿ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ﴾ (5/المآئدہ: 13) ''وہ لوگ جھکاتے ہیں بات کو اس کے ٹھکانے سے یعنی بات کو بدل دیتے ہیں۔''

(تفعّل) تَحَرُّفًا: کسی جانب جھک جانا۔ جھکائی دینا۔

مُتَحَرِّفٌ: اسم الفاعل ہے۔ جھکنے والا۔ جھکائی دینے والا۔ ﴿ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ ﴾ (8/الانفال: 16) ''اور جو پھیرے گا ان کی طرف اس دن اپنی پیٹھ کو سوائے جھکائی دینے والا ہوتے ہوئے قتال کے لیے۔''

**ترکیب**

وَقَدْ كَانَ میں واو حالیہ ہے۔ كَانَ پر قَدْ داخل ہونے کی وجہ سے یہ ماضی قریب (PRESENT PERFECT TENSE) ہے۔ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ میں فَرِيْقٌ نکرہ مخصوصہ ہے اور كَانَ کا اسم ہے۔ اور اس کی خبر مَوْجُوْدٌ محذوف

ہے۔ یَسۡمَعُوۡنَ سے آخیر تک فَرِیۡقٌ کی خصوصیت ہے۔ یُحَرِّفُوۡنَهٗ اور عَقَلُوۡهُ دونوں میں ہٗ کی ضمیر 229 کَلٰمَ اللّٰهِ کے لیے ہے۔ وَهُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ میں بھی واؤ حالیہ ہے۔

ترجمہ

| | | | |
|---|---|---|---|
| اَفَتَطۡمَعُوۡنَ | اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا | لَكُمۡ | وَ |
| تو کیا تم لوگ آرزو کرتے ہو | کہ وہ لوگ مان لیں | تمہاری بات | درآں حالیکہ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| قَدۡ کَانَ فَرِیۡقٌ | مِّنۡهُمۡ | یَسۡمَعُوۡنَ | کَلٰمَ اللّٰهِ | ثُمَّ یُحَرِّفُوۡنَهٗ |
| ایک ایسا فریق | ان میں | جو سنتے ہیں | اللہ کے کلام کو | پھر وہ جھکاتے (بدلتے) ہیں اس کو |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| مِنۡۢ بَعۡدِ | مَا | عَقَلُوۡهُ | وَ | هُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ |
| اس کے بعد | کہ جو | انہوں نے سمجھا اس کو | اس حال میں کہ | وہ جانتے ہیں |

## آیت نمبر (2/البقرہ:76)

﴿وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قَالُوۡۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَا بَعۡضُهُمۡ اِلٰی بَعۡضٍ قَالُوۡۤا اَتُحَدِّثُوۡنَهُمۡ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیۡكُمۡ لِیُحَآجُّوۡكُمۡ بِهٖ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۷۶﴾﴾

ح د ث

(ن) حُدُوۡثًا کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا جو پہلے نہیں تھی (فعل لازم)۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ قرآن مجید میں یہ زیادہ تر کسی بات یا خبر کے لیے استعمال ہوا ہے۔ ثلاثی مجرد سے فعل قرآن میں نہیں آیا۔

حَدِیۡثٌ ج اَحَادِیۡثُ۔ فَعِیۡلٌ کا وزن ہے۔ بنیادی مفہوم ہے وجود میں آنے والا، اس کے ساتھ پھر مختلف معانی میں اسم ذات کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ (۱) کلام۔ بات۔ ﴿فَلۡیَاۡتُوۡا بِحَدِیۡثٍ مِّثۡلِهٖۤ﴾ (52/الطور:34) ''تو وہ لوگ لائیں اس کے جیسا کوئی کلام۔'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات کو بھی اس معنی میں حدیث کہتے ہیں۔ (۲) خبر۔ حال۔ ﴿هَلۡ اَتٰىكَ حَدِیۡثُ الۡغَاشِیَةِ ؕ﴿۱﴾﴾ (88/الغاشیہ:1) ''کیا پہنچی آپؐ کے پاس اس چھا جانے والی کی خبر۔'' (۳) گفتگو۔ بات۔ ﴿حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِهٖ ؕ﴾ (6/الانعام:68) ''یہاں تک کہ وہ لوگ بال کی کھال نکالیں اس کے علاوہ کسی بات میں۔'' (۴) داستان۔ افسانہ۔ ﴿فَجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِیۡثَ﴾ (34/سبا:19) ''تو ہم نے بنا دیا ان کو افسانے۔'' (۵) خواب۔ ﴿وَعَلَّمۡتَنِیۡ مِنۡ تَاۡوِیۡلِ الۡاَحَادِیۡثِ ۚ﴾ (12/یوسف:101) ''اور تو نے علم دیا مجھ کو خوابوں کی تعبیر میں سے۔''

(افعال) اِحۡدَاثًا کوئی نیا وجود دینا۔ ﴿فَلَا تَسۡـَٔلۡنِیۡ عَنۡ شَیۡءٍ حَتّٰۤی اُحۡدِثَ لَكَ مِنۡهُ ذِكۡرًا ﴿۷۰﴾ؑ﴾ (18/الکھف:70) ''تو آپؐ نہ پوچھیں مجھ سے کسی چیز کے بارے میں یہاں تک کہ میں وجود دوں آپؐ کے لیے اس میں سے کسی بات کو۔''

**مُحْدَثٌ** اسم المفعول ہے۔ نیا وجود دیا ہوا۔ نئی نصیحت۔ ﴿وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝﴾ (26/ الشعراء:5) ''اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی یاد دہانی رحمن کی طرف سے، کوئی نئی نصیحت، مگر وہ لوگ تھے اس سے اعراض کرنے والے۔''

(تفعیل) **تَحْدِيْثًا** خبر دینا۔ بیان کرنا۔ ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝﴾ (99/ الزلزال:4) ''اس دن وہ بیان کرے گی اپنی خبروں کو۔''

**حَدِّثْ** فعل امر ہے۔ تو خبر دے۔ تو بیان کر۔ ﴿وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝﴾ (93/ الضحیٰ:11) ''اور اپنے رب کی نعمت کا آپؐ چرچا کریں۔''

| ف ت ح |
|---|

(ف) **فَتْحًا** (۱) کسی چیز کو کھولنا۔ (۲) پیچیدگی کی گرہ کھولنا یعنی فیصلہ کرنا۔ ﴿فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ﴾ (6/ الانعام:44) ''ہم نے کھولا ان پر ہر چیز کے دروازے۔'' ﴿ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ﴾ (34/ سبا:26) ''پھر وہ فیصلہ کرے گا ہمارے مابین حق سے۔''

**اِفْتَحْ** فعل امر ہے۔ تو کھول۔ تو فیصلہ کر۔ ﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ﴾ (7/ الاعراف:89) ''اے ہمارے رب تو فیصلہ کر ہمارے اور ہماری قوم کے مابین حق سے۔''

**فَاتِحٌ** اسم الفاعل ہے۔ کھولنے والا۔ فیصلہ کرنے والا۔ ﴿وَ اَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ۝﴾ (7/ الاعراف:89) ''اور تو فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔''

**فَتَّاحٌ** اسم المبالغہ ہے۔ بہت کھولنے والا۔ بہت فیصلہ کرنے والا۔ ﴿وَ هُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ۝﴾ (34/ سبا:26) ''اور وہ ہی بہت فیصلہ کرنے والا، ہر حال میں جاننے والا ہے۔''

**مِفْتَحٌ** ج مَفَاتِحُ۔ اسم الآلہ ہے۔ کھولنے کا آلہ یعنی کنجی۔ ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ (6/ الانعام:59) ''اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔''

**فَتْحٌ** اسم ذات ہے۔ فتح۔ فیصلہ۔ ﴿نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ﴾ (61/ الصف:13) ''کوئی مدد، اللہ کی طرف سے اور ایک قریبی فتح۔'' ﴿يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ﴾ (32/ السجدہ:29) ''فیصلے کے دن نفع نہیں دے گا ان کو جنہوں نے کفر کیا، ان کا ایمان۔''

(تفعیل) **تَفْتِيْحًا** کثرت سے کھولنا۔ ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ﴾ (7/ الاعراف:40) ''ذرا سا بھی نہیں کھولے جائیں گے ان کے لیے آسمان کے دروازے۔''

**مُفَتَّحٌ** مؤنث مُفَتَّحَةٌ۔ اسم المفعول ہے۔ کھولا ہوا۔ ﴿وَ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝﴾ (38/ ص:49۔50) ''یقیناً متقی لوگوں کے لیے خوبصورت ٹھکانہ ہے، عدن کے باغات ہیں، کھولے گئے ہیں ان کے لیے دروازے۔''

(استفعال) **اِسْتِفْتَاحًا** فتح مانگنا۔ فیصلہ مانگنا۔ ﴿وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ﴾ (2/ البقرہ:89) ''وہ لوگ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے ان پر جنہوں نے کفر کیا۔'' ﴿وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝﴾ (14/ ابراہیم:15) ''اور ان لوگوں نے فیصلہ مانگا اور نامراد ہوا ہر ایک زبردست، ہٹ دھرم۔''

229

ح ج ج

(ن) **حَجًّا** (۱) دلیل میں غالب آنا۔ (۲) کسی زیارت کا ارادہ کرنا۔ حج کرنا۔ اصطلاحاً اب یہ صرف حج کے لیے مخصوص مہینہ میں بیت اللہ کی زیارت کرنے کے لیے آتا ہے۔ ﴿فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ﴾ (2/ البقرہ:158) ''توجس نے زیارت کی اس گھر کی یعنی حج کیا یا عمرہ کیا۔''

**حَجٌّ** یہ لفظ مصدر کے طور پر ہی آتا ہے۔ حج کرنا۔ ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ﴾ (2/ البقرہ:197) ''حج کرنا معلوم مہینوں میں ہے۔ پس جس نے فرض کیا ان میں حج کرنے کو تو کوئی مباشرت نہیں ہے اور کوئی حکم عدولی نہیں ہے اور کوئی جھگڑا نہیں ہے حج کرنے میں۔''

**حِجٌّ** ج حِجَجٌ۔ اسم ذات ہے۔ زیارت یعنی حج۔ سال (کیونکہ ایک حج سے دوسرے حج تک ایک سال ہو جاتا ہے)۔ ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ﴾ (3/ آل عمران:97) ''اور اللہ کے لیے ہے لوگوں پر اس گھر کا حج۔'' ﴿عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ﴾ (28/ القصص:27) ''اس پر کہ تو ملازمت کرے میری آٹھ سال۔''

**حُجَّةٌ** اسم ذات ہے۔ (۱) دلیل۔ حجت۔ (۲) بحث و تکرار۔ ﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ﴾ (2/ البقرہ:150) ''تاکہ نہ رہے لوگوں کے لیے تم لوگوں پر کوئی حجت۔'' ﴿لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ﴾ (42/ الشوریٰ:15) ''ہمارے لیے ہمارے عمل ہیں اور تمہارے لیے تمہارے عمل ہیں۔ کوئی بحث و تکرار نہیں ہے ہمارے اور تمہارے درمیان۔''

**حَاجٌّ** اسم الفاعل ہے۔ واحد اور جمع دونوں کے لیے آتا ہے اور اس کی جمع حُجَّاج بھی آتی ہے۔ حج کرنے والا۔ حاجی۔ ﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ﴾ (9/ التوبہ:19) ''کیا تم لوگوں نے کر دیا حاجیوں کی سبیل کو اور مسجد حرام کے بسانے کو اس کے جیسا جو ایمان لایا اللہ پر اور آخری دن پر اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں۔''

(مفاعلہ) **مُحَاجَّةٌ** ایک دوسرے سے دلیل بازی کرنا۔ بحث کرنا۔ ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ﴾ (2/ البقرہ:258) ''کیا آپؐ نے غور نہیں کیا اس کی طرف جس نے بحث کی ابراہیمؑ سے ان کے رب کے بارے میں۔''

(تفاعل) **تَحَاجًّا** باہم جھگڑا کرنا۔ ﴿وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ﴾ (40/ مومن:47) ''اور جب وہ لوگ باہم جھگڑا کریں گے آگ میں۔''

## ترکیب

اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شرط ہے اور قَالُوْٓا اٰمَنَّا جواب شرط ہے۔ لَقُوْا کا فاعل اس میں شامل ھُمْ کی ضمیر ہے جبکہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اس کا مفعول ہے۔ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ شرط ہے جبکہ قَالُوْٓا سے تَعْقِلُوْنَ تک جواب شرط ہے۔ خَلَا کا فاعل بَعْضُهُمْ ہے۔

ترجمہ

| وَاِذَا لَقُوا | الَّذِيْنَ | اٰمَنُوْا | قَالُوْٓا | 229اٰمَنَّا ۚۖ |
|---|---|---|---|---|
| اور جب وہ لوگ ملتے ہیں | ان لوگوں سے جو | ایمان لائے | تو وہ کہتے ہیں | ہم ایمان لائے |

| وَاِذَا خَلَا | بَعْضُهُمْ | اِلٰى بَعْضٍ | قَالُوْٓا |
|---|---|---|---|
| اور جب تنہائی میں ملتے ہیں | ان کے بعض | بعض سے | تو وہ کہتے ہیں |

| اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ | بِمَا | فَتَحَ اللّٰهُ | عَلَيْكُمْ |
|---|---|---|---|
| کیا تم لوگ بیان کرتے ہو ان سے | اس کو جو | کھولا اللہ نے | تم پر |

| لِيُحَآجُّوْكُمْ | بِهٖ | عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ | اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ |
|---|---|---|---|
| تا کہ وہ لوگ بحث کریں تم سے | اس کے ذریعہ | تمہارے رب کے پاس | تو کیا تم لوگ عقل نہیں کرتے |

## آیت نمبر (2/البقرہ:77)

﴿اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝۷۷﴾

ع ل ن

(ن۔ض۔س) عَلَانِيَةً کسی بات کا آشکار ہونا۔ ظاہر ہونا۔ ﴿وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً﴾ (13/الرعد:22) ''اور ان لوگوں نے انفاق کیا اس میں سے جو ہم نے عطا کیا ان کو چھپاتے ہوئے اور آشکار ہوتے ہوئے۔''

(افعال) اِعْلَانًا کسی بات کو آشکار یا ظاہر کرنا۔ ﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ﴾ (14/ابراہیم:38) ''اے ہمارے رب! بے شک تو جانتا ہے اس کو جو ہم چھپاتے ہیں اور اس کو جو ہم آشکار کرتے ہیں۔''

ترکیب

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ میں اَنَّ کا اسم لفظ اَللّٰهَ ہے اور جملہ فعلیہ يَعْلَمُ سے يُعْلِنُوْنَ تک اس کی خبر ہے۔ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ، يَعْلَمُ کا مفعول ہے اور یہ پورا جملہ اسمیہ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ کا مفعول ہے۔

ترجمہ

| اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ | اَنَّ اللّٰهَ | يَعْلَمُ | مَا | يُسِرُّوْنَ | وَمَا |
|---|---|---|---|---|---|
| تو کیا وہ لوگ جانتے نہیں | کہ اللہ | جانتا ہے | اس کو جو | وہ چھپاتے ہیں | اور اس کو جو |

| يُعْلِنُوْنَ |
|---|
| وہ آشکار کرتے ہیں |

## آیت نمبر (2/البقرہ:78)

﴿وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝۷۸﴾

229

| ء | م | م |
|---|---|---|

(ن) **اَمًّا** (۱) کسی چیز کا قصد کرنا۔ ارادہ کرنا۔ (۲) کسی کی ابتداء اور تربیت کا باعث ہونا۔ (۳) راہنمائی کرنا۔

**اٰمٌّ** اسم الفاعل ہے۔ ارادہ کرنے والا۔ ﴿ وَلَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ ﴾ (5/المآئدہ:2) ’’اور نہ ہی اس محترم گھر کا ارادہ کرنے والوں کو۔‘‘

**اُمٌّ** ج اُمَّھَاتٌ۔ اسم ذات ہے۔ ہر وہ چیز جو کسی کی ابتداء اور تربیت کا ذریعہ بنے۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف انداز میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) ﴿ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴾ (13/الرعد:39) ’’اور اس کے یعنی اللہ کے پاس اصل یعنی ORIGINAL کتاب ہے۔‘‘ (۲) ﴿ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ﴾ (6/الانعام:92) ’’تا کہ آپؐ خبردار کریں بستیوں کے تربیت کنندہ یعنی مکہ مکرمہ کے لوگوں کو اور جو اس کے اردگرد ہیں۔‘‘ (۳) ﴿ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى ﴾ (28/القصص:7) ’’اور ہم نے وحی کیا موسیٰؑ کی والدہ کی طرف۔‘‘ ﴿ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ﴾ (16/النحل:78) ’’اور اللہ نے نکالا تم لوگوں کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے۔‘‘

**اُمِّیٌّ** اسم نسبت ہے۔ ماں سے نسبت والا۔ پیدائش کے وقت بچہ کچھ نہیں جانتا۔ اس لحاظ سے اُمِّیٌّ ایسے شخص کو کہتے ہیں جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔ اَن پڑھ۔ ﴿ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ﴾ (7/الاعراف:158) ’’پس تم لوگ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو امی نبی ہیں۔‘‘ ﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ﴾ (62/الجمعہ:2) ’’وہ ہے جس نے اُٹھایا اَن پڑھ لوگوں میں ایک رسول ان میں سے۔‘‘

**اُمَّةٌ** ج اُمَمٌ۔ اسم ذات ہے۔ (۱) ضابطۂ حیات۔ دین۔ (۲) کسی ضابطۂ حیات کی پیروی کرنے والے لوگوں کی جماعت۔ ﴿ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ ﴾ (43/الزخرف:22) ’’ہم نے پایا اپنے آباو اجداد کو ایک دین پر۔‘‘ ﴿ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ﴾ (2/البقرہ:134) ’’وہ ایک اُمت ہے جو گزر چکی ہے۔‘‘ ﴿ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ﴾ (29/العنکبوت:18) ’’اور اگر تم لوگ جھٹلاتے ہو تو جھٹلایا ہے اُمتوں نے تم سے پہلے۔‘‘

**اِمَامٌ** ج اَئِمَّةٌ۔ اسم ذات ہے۔ جو چیز رہنمائی کا ذریعہ ہو۔ اس بنیاد مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) راستہ۔ ﴿ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (15/الحجر:79) ’’اور بے شک یہ دونوں یعنی دونوں بستیاں ایک واضح راستے پر ہیں۔‘‘ (۲) ریکارڈ، خواہ وہ فائلوں، کیسٹ یا ڈسک، کسی بھی شکل میں ہو۔ ﴿ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (36/یٰس:12) ’’اور ہم لکھتے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور اپنے پیچھے چھوڑا۔ اور ہر ایک چیز کو ہم نے شمار کیا یعنی SERIALIZE کیا ایک واضح ریکارڈ میں۔‘‘ (۳) راہنما کتاب۔ ﴿ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ﴾ (46/الاحقاف:12) ’’اور اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب ہے راہنما اور رحمت ہوتے ہوئے۔‘‘ (۴) راہنما شخص۔ ﴿ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ﴾ (2/البقرہ:124) ’’بے شک میں بنانے والا ہوں آپؑ کو لوگوں کے لیے پیشوا۔‘‘

﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا ﴾ (21/الانبیاء:73)''اور ہم نے بنایا ان کو پیشوا، وہ لوگ ہدایت دیتے ہیں ہمارے حکم سے۔''

**اَمَامٌ** ظرف ہے۔ سامنے۔ ﴿ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ ﴾ (75/القیامۃ:5)''بلکہ انسان چاہتا ہے کہ وہ نافرمانی کرے اپنے سامنے۔''

| م | ن | ی |
|---|---|---|

(ض) **مَنْيًا** (۱) کسی چیز کا اندازہ طے کرنا یعنی مقدر کرنا۔ (۲) کسی کو کسی چیز میں مبتلا کرنا۔

**اُمْنِيَّةٌ** ج اَمَانِيُّ۔ اسم ذات ہے۔ اندازہ۔ تخمینہ۔ زیادہ تر خواہش یا آرزو کے معانی میں آتا ہے۔ ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ ﴾ (22/الحج:52)''اور ہم نے نہیں بھیجا آپؐ سے پہلے کوئی بھی رسول اور نہ ہی کوئی نبی مگر جب بھی وہ تمنا کرتے تو ڈالتا شیطان ان کی خواہش میں۔ اور اللہ منسوخ کرتا ہے اس کو جو شیطان ڈالتا ہے پھر اللہ محکم کرتا ہے اپنی نشانیوں کو۔'' ﴿ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ ﴾ (57/الحدید:14)''اور دھوکا دیا تم لوگوں کو آرزوؤں نے۔''

**مَنِيٌّ** اسم ذات ہے۔ نطفہ کی بوند۔ (کیونکہ یہ حیوانات کی ساخت مقرر کرتی ہے) ﴿ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ ﴾ (75/القیامۃ:37)''کیا وہ نہیں تھا کسی بوند میں سے ایک نطفہ۔''

(افعال) **اِمْنَاءً** کوئی رقیق چیز اندازے سے گرانا۔ ﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ ﴾ (56/الواقعہ:58۔59)''تو کیا تم لوگوں نے غور کیا اس پر جو تم گراتے ہو۔ کیا تم لوگ پیدا کرتے ہو اس سے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔''

(تفعیل) **تَمْنِيَةً** خواہش دلانا۔ آرزو میں مبتلا کرنا۔ ﴿ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ ﴾ (4/النساء:120)''وہ یعنی شیطان وعدہ دیتا ہی ان کو اور ان کو آرزو میں مبتلا کرتا ہے۔''

(تفعّل) **تَمَنِّيْ** خواہش یا آرزو میں بتکلف مبتلا ہونا۔ تمنا کرنا۔ ﴿ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ ﴾ (4/النساء:32)''اور تم لوگ تمنا مت کرو اس کی، اللہ نے فضیلت دی جس سے، تم میں سے کسی کو کسی پر۔''

## ترکیب

اُمِّيُّوْنَ مبتداء مؤخر نکرہ ہے، اس کی خبر مَوْجُوْدٌ محذوف ہے، اور مِنْهُمْ قائم مقام خبر مقدم ہے۔ لَا يَعْلَمُوْنَ سے اَمَانِيَّ تک پورا جملہ اُمِّيُّوْنَ کی صفت یا بدل ہے۔

اِنْ نافیہ کے بعد جب اِلَّا سے مستثنیٰ کرتے ہیں تو اس سے بھی حصر کا مفہوم پیدا ہوتا ہے جیسے He IS NOTHING BUT--------۔ ایسی صورت میں اِلَّا کا مستثنیٰ عموماً اسم آتا ہے لیکن یہاں فعل آیا ہے۔ کیونکہ اسم محذوف ہے۔ اِنْ هُمْ اِلَّا قَوْمٌ يَظُنُّوْنَ۔

## ترجمہ

| وَمِنْهُمْ | اُمِّيُّوْنَ | لَا يَعْلَمُوْنَ | الْكِتٰبَ | اِلَّآ اَمَانِيَّ |
|---|---|---|---|---|
| اور ان میں ہیں | ان پڑھ لوگ | جن کو علم نہیں | کتاب کا | سوائے آرزوؤں کے |

| یَظُنُّوْنَ 229 | اِلَّا | وَاِنْ ھُمْ |
|---|---|---|
| وہ گمان کرتے ہیں | سوائے اس کے کہ | اور وہ لوگ نہیں ہیں |

نوٹ۔1

لفظ اُمّیؓ (اَن پڑھ) کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ بات ذہن میں واضح ہونی چاہیے کہ پڑھنے لکھنے کی صلاحیت حصولِ علم میں مدد دیتی ہے لیکن یہ شرط نہیں۔ دیہاتوں میں آپ کو آج بھی بہت سے اَن پڑھ عالم مل جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے مشاہدے اور غور و فکر کی صلاحیتوں کو استعمال کر کے جو علم حاصل کیا وہ بہتوں سے بہتر ہے۔ دوسری طرف دنیا میں پڑھے لکھے جاہلوں کی کمی نہیں ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو فکسڈ ڈپازٹ کرا دیا ہے۔ اس لیے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ پڑھنا لکھا ہونا اور عالم ہونا یا اَن پڑھ ہونا اور جاہل ہونا لازم و ملزوم نہیں ہیں۔ اگر کوئی اَن پڑھ ہونے کے باوجود عالم ہے تو یہ بڑے کریڈٹ کی بات ہے۔

نوٹ۔2

دوسری بات یہ سمجھ لیں کہ علم حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے جسے آجکل کی اصطلاح میں ریسرچ کہتے ہیں۔ یعنی حواسِ خمسہ سے معلومات حاصل کر کے ان پر غور و فکر کرنا اور نتائج اخذ کرنا۔ لیکن یہ علم کائنات کے ان حقائق تک محدود ہوتا ہے جو ہمارے حواسِ خمسہ کے دائرے کے اندر ہوتے ہیں۔ جبکہ اس کائنات کے بے شمار حقائق حواسِ خمسہ کے دائرے کے باہر ہیں۔ انسان ان کا علم ریسرچ کے ذریعہ حاصل نہیں کر سکتا۔

اس کمی کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے وحی کو انسان کے لیے دوسرا ذریعۂ علم بنایا۔ پھر اس کا فائنل ایڈیشن انسان کو دے کر اس کی حفاظت کو خود اپنے ذمہ لیا۔ تاکہ حواسِ خمسہ سے حاصل کردہ علم کو انسان وحی کے علم کے ذریعہ مکمل کرے، پھر ریسرچ کر کے صحیح نتائج تک رسائی حاصل کرے۔ صرف علمِ وحی کی بنیاد پر یا صرف حواس کے علم کی بنیاد پر یعنی نامکمل علم کی بنیاد پر جو بھی ریسرچ ہوگی اس کے نتائج کے درست ہونے کا امکان بہت کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گنتی کی چند تھیوری اور نظریات کے علاوہ تقریباً ہر تھیوری اور نظریہ کچھ عرصہ بعد یا تو غلط ثابت ہوتا ہے یا اس میں ترمیم کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا صورتحال اور اس نوعیت کے جن مسائل کا آج انسانیت کو سامنا ہے اس کی بنیادی وجہ کی نشاندہی آیت زیرِ مطالعہ میں کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا ہے کہ، (۱) علم الکتٰب یعنی علمِ وحی کو نظر انداز کرنے والا شخص ابھی تک ''اَن پڑھ'' ہے خواہ اس نے PHD کر لیا ہو۔ (۲) ایسا شخص بے بنیاد خواہشات اور آرزوؤں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ (۳) ایسا شخص ظن یعنی گمان کی بنیاد پر زندگی بسر کرتا ہے۔

ظن کی وضاحت ضروری ہے۔ علمِ وحی کے ساتھ حواس کے علم پر غور و فکر کر کے جو نتائج اخذ کیے جاتے ہیں، لغوی اعتبار سے وہ بھی ظن ہیں، لیکن ان میں یقین کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ علمِ وحی کے بغیر اخذ کردہ نتائج بھی ظن ہیں، لیکن ان میں تربص یعنی گومگو (SCEPTICISM) کا عنصر غالب ہوتا ہے۔

انسانیت کا المیہ یہ ہے کہ زیادہ تر ریسرچ علمِ وحی کو نظر انداز کر کے ہوتی ہے۔ ہمارے ریسرچ اسکالرز کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ

؎ سنی جو حکایتِ ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ آج پوری انسانیت، مسلم اور غیر مسلم سمیت سب ظن اور امانی میں گرفتار ہیں۔

## آیت نمبر (79)

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴾79﴿﴾

**و ی ل**

(X) — (X) — اس مادہ سے ثلاثی مجرد میں کوئی فعل نہیں آتا جبکہ مزید فیہ کا کوئی فعل قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا۔

وَيْلٌ — اسم ذات ہے۔ ہلاکت۔ تباہی۔ بربادی۔ ﴿وَيْلَكَ اٰمِنْ ۗ﴾ (46/ الاحقاف: 17) ''تیری بربادی! تو ایمان لا۔''

**ک س ب**

(ض) — كَسْبًا — محنت سے کوئی چیز حاصل کرنا۔ کمائی کرنا۔ ﴿وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ﴾ (31/ لقمان: 34) ''اور نہیں جانتی کوئی جان کہ وہ کیا کمائی کرے گی کل۔''

(افتعال) — اِكْتِسَابًا — اہتمام سے کمائی کرنا۔ ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ﴾ (24/ النور: 11) ''ان میں سے ہر ایک شخص کے لیے ہے وہ، جو اس نے کمایا گناہ میں سے۔''

**ترکیب**

وَيْلٌ مبتداء نکرہ ہے، اس کی خبر وَاجِبٌ محذوف ہے۔ لِلَّذِيْنَ قائم مقام خبر ہے۔ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ یہ پورا جملہ اَلَّذِيْنَ کا صلہ ہے۔ يَكْتُبُوْنَ کا مفعول اَلْكِتٰبَ ہے اور بِاَيْدِيْهِمْ متعلق فعل ہے۔ يَقُوْلُوْنَ اور لِيَشْتَرُوْا دونوں کا فاعل ان میں شامل هُمْ کی ضمیریں ہیں جو اَلَّذِيْنَ کے لیے ہیں جبکہ بِهٖ کی ضمیر اَلْكِتٰبَ کے لیے ہے۔ لِيَشْتَرُوْا کا مفعول ثَمَنًا قَلِيْلًا ہے۔

**ترجمہ**

| فَوَيْلٌ | لِّلَّذِيْنَ | يَكْتُبُوْنَ | الْكِتٰبَ | بِاَيْدِيْهِمْ ۗ |
|---|---|---|---|---|
| پس بربادی ہے | ان لوگوں کے لیے جو | لکھتے ہیں | کتاب کو | اپنے ہاتھوں سے |

| ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ | هٰذَا | مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ | لِيَشْتَرُوْا | بِهٖ |
|---|---|---|---|---|
| پھر وہ کہتے ہیں | یہ | اللہ کے پاس سے ہے | تاکہ وہ حاصل کریں | اس کے عوض |

| ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ | فَوَيْلٌ | لَّهُمْ | مِّمَّا | كَتَبَتْ | اَيْدِيْهِمْ |
|---|---|---|---|---|---|
| کچھ تھوڑی سی قیمت | تو تباہی ہے | ان کے لیے | اس سے جو | لکھا | ان کے ہاتھوں نے |

| وَوَيْلٌ | لَّهُمْ | مِّمَّا | يَكْسِبُوْنَ |
|---|---|---|---|
| اور تباہی ہے | ان کے لیے | اس سے جو | وہ کمائی کرتے ہیں |

نوٹ۔1

گذشتہ آیت میں ان لوگوں کا ذکر تھا جو علم کو نظر انداز کرتے ہیں۔اس آیت میں علم وحی کے حامل افراد میں سے ایک مخصوص گروہ کا ذکر ہے۔یہ کردار آج بھی پایا جاتا ہے۔اور علم وحی کے حامل لوگوں کی اکثریت کا رویہ یہ ہے کہ یہ لوگ ریسرچ کے قائل نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ﴿حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ (5/المآئدہ:104)''ہم کو کافی ہے وہ، ہم نے پایا جس پر، اپنے آباواجداد کو۔'' گیارہ سو سال پہلے کا مرتب کردہ درس نظامی کا سلیبس آج تک سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔

السلام وعلیکم رحمۃ اللہ وبرکاۃ

اللہ تعالیٰ ہم سب کی یہ سعی قبول فرمائے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔جس جس نے بھی اس کار خیر میں مال، جان اور صلاحیتوں کو لگایا اللہ قبول ومنظور فرمائے

انجمن خدام القرآن فیصل آباد میں اس کے فوٹو کاپی بھی دستیاب ہیں اور محترم ڈاکٹر جہاں زیب صاحب کے اس کتاب میں اضافہ جات کے ساتھ مطالعہ قرآن حکیم کے نام سے دستیاب ہیں

رابطہ کے لئے: www.khuddam-ul-quran.com, info@khuddam-ul-quran.com

03217805614,0412437618,0412437781

قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 کینال روڈ فیصل آباد